

ایصالِ شواب

کی شرعی حیثیت



شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



ایصالِ لوہے کی شرعی حیثیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین

محمد تاج الدیوب کالامی

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

پوسٹ مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

Marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	: ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
تصنیف	: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	: محمد تاج الدین کلامی
پروف ریڈنگ	: محمد علی قادری
زیر اہتمام	: فریڈملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	: منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت نمبر 1	: اگست 1999ء (1,100)
اشاعت نمبر 2	: اکتوبر 1999ء (1,100)
اشاعت نمبر 3 تا 12	: مارچ 2000ء تا اپریل 2009ء (12,100)
اشاعت نمبر 13	: مئی 2010ء (2,200)
اشاعت نمبر 14	: مئی 2011ء (2,400)
اشاعت نمبر 15	: جولائی 2012ء
تعداد	: 2,400
قیمت	: 100/- روپے

ISBN 969-32-0638-X

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور خطبات و لیکچرز کی کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

Marfat.com

Marfat.com

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

Marfat.com

نوٹیفیکیشن

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر ایس او (پی۔اے) ۱۔۲۔۸۰/۱ پی آئی وی مورخہ ۳۱ جولائی ۸۳، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷۔۲۔۲۰ ای جنرل و ایم ۳/۹۷۰۔۲۳۔۷۳ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی نمبر ۲۳۳۱۔۶۷۔این۔۱/۱۱ اے ڈی (لاہری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ / ۶۳۔۶۱/۸۰۶۱ مورخہ ۲ جون ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۱	پیش لفظ	۱
۱۳	نفس مسئلہ سے متعلق بنیادی تصورات	۲
۱۵	۱۔ ایصال ثواب کا مفہوم	
۱۸	۲۔ دنیا اور آخرت میں تحفوں کا تبادلہ	
۱۹	۳۔ امت کی بخشش کے لئے نظام شفاعت	
۱۹	شفاعت کبریٰ	
۲۱	شفاعت صغریٰ	
۲۵	باب اول: قرآن و سنت کی روشنی میں عمل غیر سے نفع کا ثبوت	۳
۲۸	۱۔ باہمی عقیدت و محبت کا فائدہ	
۳۱	۲۔ اعمال صالحین کی برکت سے قاتل کی بخشش	
۳۵	نیکی میں دوسروں کو شریک کرنا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل	
۳۵	۳۔ لواحقین کے عمل سے میت کو فائدہ	
۳۷	۴۔ عمل صالحین کا بعد میں آنے والوں کو فائدہ	
۴۸	☆ امام حسن مجتبیٰ <small>ؑ</small> کا استدلال	
۴۹	☆ حضرت عیسیٰ علیہ <small>(الصلوات)</small> کا فرمان	
۴۹	۵۔ شہداء اور صالحین کا اپنے متوسلین اور متعلقین کو فائدہ	
۴۲	۶۔ نیک اولاد کے اعمال سے میت کو فائدہ	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۴	۷۔ دعا سے فائدہ	
۴۸	۸۔ دنیا کی ذاتی کمائی سے دوسروں کو فائدہ	
۵۰	۹۔ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ	
۵۰	۱۰۔ عالم برزخ میں نیک پڑوسی کا فائدہ	
۵۳	۱۱۔ فرشتوں کے عمل سے میت کو فائدہ	
۵۴	۱۲۔ سرسبز ٹہنیوں کی تسبیح سے میت کو فائدہ	
۵۷	باب دوم: لیس للانسان الاماسعی۔ نفس مسئلہ سے متعارض نہیں	۴
۵۹	کلام الہی میں تعارض نہیں	
۶۱	آیت مبارکہ کا پہلا معنی: مسئلہ جبر و قدر	
۶۳	دوسرا معنی: شرعی ذمہ داری کا تصور	
۶۴	تیسرا معنی: نیت پر عمل کا دار و مدار	
۶۶	حسد ایک لعنت	
۶۷	چوتھا معنی: عدل کا اصول	
۶۸	اصول فضل کے تحت استثناء	۵
۶۹	۱۔ اصول تخلیق میں استثنائی صورت	
۶۹	۲۔ اصول مسافت میں استثنائی صورت	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۹	۳۔ سورج کے مقررہ راستے میں تبدیلی	
۷۳	باب سوم: ایصالِ ثواب احادیثِ نبوی کی روشنی میں	۶
۷۷	۱۔ کسی غیر کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا	
۷۸	۲۔ روزے کا ایصالِ ثواب	
۷۹	۳۔ حج کا ایصالِ ثواب	
۸۰	۴۔ قربانی کا ایصالِ ثواب	
۸۱	۵۔ تلاوت قرآنی مجید کا ایصالِ ثواب	
۸۳	۶۔ تسبیح و تکبیر کا ایصالِ ثواب	
۸۴	۷۔ پانی کا کنواں ایصالِ ثواب کا باعث	
۸۵	۸۔ میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی	
۸۶	۹۔ پھلوں کے باغ کا ایصالِ ثواب	
۸۷	۱۰۔ غلام کی آزادی برائے ایصالِ ثواب	
۸۹	باب چہارم: ایصالِ ثواب کے جائز طریقے اور افراط و تفریط	۷
۹۴	میت کے ایصالِ ثواب کے لئے مروجہ جائز طریقے	۸
۹۴	۱۔ پہلا طریقہ	
۹۷	۲۔ دوسرا طریقہ	۹
۹۹	۳۔ تیسرا طریقہ	۱۰

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۰۰	☆ مذکورہ جائز طریقوں میں افراط کی صورت	
۱۰۳	حضرات ائمہ و خطباء مساجد کی توجہ کے لئے	
۱۰۴	۴۔ بزرگان دین کے ایصالِ ثواب کے لئے مروجہ طریقے	۱۱
۱۰۸	عرس کے اہتمام میں افراط و تفریط	
۱۰۸	۱۔ تقریب سعید کو میلہ نہ بنائیں	
۱۰۹	۲۔ صرف اسی روز صدقہ و خیرات دینا فرض نہ سمجھیں	
۱۱۰	۵۔ حضورِ غوثِ پاک ﷺ کے ایصالِ ثواب کا جائز طریقہ	۱۲
۱۱۰	اس جائز عمل میں افراط کی صورتیں	۱۳
۱۱۳	نیکی پھیلانے میں اعتدال کا راستہ اپنائیں	۱۴
۱۱۷	باب پنجم: مسئلہ ایصالِ ثواب اور تصورِ بدعت	۱۵
۱۲۰	بدعت کا لغوی مفہوم	
۱۲۲	بدعت کا اصطلاحی مفہوم	
۱۲۲	کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟	
۱۲۳	قرونِ اولیٰ کے برعکس بعض مروجہ امور	۱۶
۱۲۵	نیک عمل کے لئے وقت کا تعین	۱۷
۱۲۶	۱۔ درودِ پاک کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۲۷	۲۔ نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعین	
۱۲۷	۳۔ سفر کے لئے دن کی تخصیص	
۱۲۷	۴۔ نفلی عبادت کے لئے دن کا تعین	
۱۲۸	۵۔ نیک عمل کو کسی کے نام منسوب کرنا	
۱۲۹	عبادت اللہ کے لئے ثواب بندے کے لئے	
۱۳۰	ایک مغالطے کا ازالہ	
۱۳۳	کتابیات	۱۸

پیش لفظ

قرآن حکیم، حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت و احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور
 اسلاف کے عمل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ 'ایصالِ ثواب' ایک مشروع عمل ہے۔
 نیز جمہور ائمہ عقائد اور فقہاء کرام کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی انسان کا اپنے کسی نیک
 عمل کا ثواب زندہ یا فوت شدہ کو پہنچانا درست اور جائز عمل ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا
 تلاوتِ قرآن یا ذکر یا طواف یا حج و عمرہ یا صدقہ و خیرات یا اس کے علاوہ کوئی بھی نیک عمل۔
 قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک مسلمانوں کے ہاں میت کے ایصالِ ثواب کے لئے جو خصوصی
 اہتمام کیا جاتا ہے۔ کبھی تلاوت و ذکر کی محفل کی صورت میں اور کبھی مالی صدقہ و خیرات کی
 صورت میں۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں اور رشتہ
 داروں کے ساتھ درگزر فرمائے۔ اگر وہ خود نیک اور صالح تھے تو اس اہتمام سے انہیں درجات
 میں بلندی نصیب ہوتی ہے اور اگر گنہگار ہوں تو اس سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش و مغفرت
 فرماتا ہے۔ یہ بالکل سیدھی سادی سی بات تھی جو ہر دور میں اسلامی معاشرے کا معمول رہی۔
 لیکن براہِ نظری اختلافات کا کہ اس نے قرآن و سنت سے ثابت شدہ ایسے غیر متنازع اور نفع
 بخش امور کو بھی متنازع اور مختلف فیہ بنا دیا ہے۔

عقیدہ صحیحہ کے مطابق نیکی کی برکات و فیوضات کا دائرہ صرف فردِ واحد تک ہی محدود
 نہیں کیونکہ اعمالِ صالحہ جس طرح خود انسان کے اپنے کام آتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی
 فائدہ دیتے ہیں اور ان کی بخشش و مغفرت اور بلندیِ درجات کا باعث بنتے ہیں۔ امام ابو الحسن
 اشعری 'الإبانة عن أصول الديانة (۳۱:۱)' میں فرماتے ہیں: وَنَرَى الصَّدَقَةَ عَلَى مَوْتَى
 الْمُسْلِمِينَ وَالِدُعَاءِ لَهُمْ، وَنُؤْمِنُ بِأَنَّ اللَّهَ يَنْفَعُهُمْ بِذَلِكَ (اور ہماری رائے میں
 مسلمان مردوں کے لیے صدقہ کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا جائز ہے، اور ہم اس پر ایمان رکھتے
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان (اعمالِ صالحہ) کے بدلے نفع دے گا)۔

اسی بات کو امام طحاوی نے 'العقيدة الطحاوية (ص: ۵۶)' میں، امام نسفی نے
 'المطالب الوفية شرح عقائد النسفية (ص: ۱۵۳)' میں، امام سعد الدین تفتازانی نے

نبراس (ص: ۵۷۹) میں، ابن ابی العز الدمشقی نے شرح العقیة الطحاویة (ص: ۳۲۵-۳۲۶) میں بیان کیا ہے، حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی (ص: ۴۹۸-۴۹۹) میں اور اپنی دوسری کتاب 'اقتضاء الصراط المستقیم (ص: ۳۷۸-۳۷۹) میں قرآن و سنت کی نصوص قطعیه کی روشنی میں ایصالِ ثواب پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس کی مشروعیت پر بالتفصیل لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں 'ایصالِ ثواب' کی اصطلاح ہر دور میں معروف رہی ہے۔

ہمارے ہاں جن فروعی معاملات میں جھگڑے، تصادم اور مناقشات ہوتے رہتے ہیں ان میں 'ایصالِ ثواب' کی مختلف صورتیں بھی ہیں۔ آئے روز جنازوں کی دعاؤں، 'قل'، اور 'چہلم' وغیرہ کے موضوعات زیر بحث رہتے ہیں۔ ان غیر ضروری تنازعات نے ملکی سرحدیں پھلانگ کر یورپ اور افریقہ و امریکہ کے اسلامی مراکز کو بھی براہ راست متاثر کیا ہے۔ لوگ ایمان اور کفر کا مسئلہ بنا کر ان مسائل میں الجھتے ہیں اور اپنی ساری توانائیاں فروعی معاملات میں کھپا کر مقصود اصلی سے لاتعلق رہتے ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے نباضِ ملت اسلامیہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے زیر نظر کتاب 'ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت' کو اپنے حکیمانہ اسلوب میں اعتدال و توازن کا حسیں سانچہ عطا کر دیا جو آسان اور عام فہم انداز میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا ایک علمی شاہکار ہے، جس میں بہت سے اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے اور بنیادی تصورات کو پوری علمی اور اعتقادی دیانت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کے مطالعہ سے ایصالِ ثواب کا صحیح تصور سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اسی موضوع پر حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کی ایک اور کتاب 'الرَّحْمَاتُ فِي إِیْصَالِ الثَّوَابِ إِلَى الْأَمْوَاتِ' ہے جس میں ایصالِ ثواب کی مشروعیت پر چالیس مستند احادیث اور اقوال ائمہ کو جمع کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں حقیقی معنوں میں اسلام کے عقائد و اعمال کا صحیح تصور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

(محمد تاج الدین کالامی)

ریسرچ سکالر

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

نفسِ مسئلہ سے متعلق بنیادی تصورات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام حضور رحمة للعالمین ﷺ کا لایا ہوا وہ دین مبین ہے جس میں دنیوی و اخروی سعادتیں انسان کے لئے ہمہ وقت موجود رہتی ہیں۔ ان سعادتوں میں نیکی وہ بنیادی تصور ہے جس کے وسیع دائرے میں صبح و شام کے ہزاروں اعمال داخل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں انجام کا دار و مدار انہی اعمال پر رکھا ہے۔ یہ اعمال جس طرح خود انسان کے اپنے کام آتے ہیں اسی طرح یہ دوسروں کی بخشش و مغفرت کا باعث بھی بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں ایصالِ ثواب کی اصطلاح ہر دور میں معروف رہی ہے۔

۱۔ ایصالِ ثواب کا مفہوم

ایصالِ ثواب سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی عملِ صالح کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچائے۔ جمہور مسلمانوں کے نزدیک کسی انسان کا اپنے کسی نیک عمل کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچانا درست اور جائز عمل ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج و عمرہ یا اس کے علاوہ کوئی بھی نیک عمل۔ فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی انسان اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو پہنچائے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ و خیرات ہو یا تلاوت قرآن۔ یا ذکر یا اس کے

فلانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة صلوة كان او صوماً او حجاً اور صدقةً او قراة للقرآن أو الاذكار او

علاوہ نیک اعمال میں سے کوئی بھی
عمل ہو۔ اور ان اعمال کا ثواب میت
کو پہنچتا ہے اور اسے فائدہ بھی دیتا
ہے۔

غير ذلك من انواع البر و
يصل ذلك الى الميت وينفعه
(حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح:
۳۷۶)

لہذا شریعتِ اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ ایک شخص کی دعا اور نیک
عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے، ایک کی نیکی سے دوسرے کو برکت ملتی ہے، ایک
کی شفاعت سے دوسرے کی بخشش ہوتی ہے اور ایک کی کوشش سے دوسرے کو
درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.
(الحشر، ۵۹: ۱۰)

اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے
ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت
فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم
سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

باری تعالیٰ نہ صرف ہماری ہی بخشش فرما بلکہ جو ایمان لانے والے ہم سے
پہلے گزر گئے ان کی بھی بخشش فرما۔ اس طرح وہ اپنی بخشش بھی مانگتے ہیں اور اپنے
انگلوں کی بخشش کی بھی دعا کرتے ہیں فرمان رسول ﷺ شاہد ہے کہ:

امتی امة مرحومة تدخل قبورها
بذنوبها و تخرج من قبورها
لاذنوب عليها تمحص عنها
باستغفار المومنين لها۔
(شرح الصدور: ۱۲۸)

میری امت مرحومہ (جس پر بے
پایاں رحم کیا گیا ہے) کے لوگ اپنی
قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ
داخل ہوں گے اور جب قبروں سے

نکلیں گے تو ایک گناہ کا بوجھ بھی ان پر
 نہ ہو گا یہ اس وجہ سے ان کے بعد دنیا
 میں زندہ مومنین ان کے لئے دعائے
 استغفار کرتے رہیں گے۔

دعائے مغفرت سے جو بخشش کے محتاج ہوتے ہیں ان کی بخشش کی جاتی
 ہے۔ رہی یہ بات کہ جو بخشے جا چکے ہوتے ہیں ان کے حق میں دعائے مغفرت کا معنی
 کیا ہے؟ تو ان کے حق میں دعائے مغفرت کا معنی یہ ہے کہ ان کے درجات بلند کئے
 جاتے ہیں۔ یہ بالکل وہی فلسفہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ معصوم عن الخطاء ہو کر بھی
 دن میں ۱۰۰ مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔ گناہوں سے پاک ہو کر بھی گناہوں کی
 بخشش مانگتے تھے۔ حضور ﷺ کے گناہوں کی بخشش کا سوال نہ تھا۔ اس لئے کہ
 آپ ﷺ کی رحمت کا اپنا تو یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کے سبب سے تو اگلے بھی بخشے
 گئے اور پچھلے بھی بخشے گئے۔ قرآن کہتا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے
 وَمَا تَأَخَّرَ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے
 (الفتح، ۳۸: ۲)

رسول اللہ ﷺ کا اس کے باوجود اپنے لئے بخشش کی دعا مانگنا رفع درجات
 کے لئے تھا۔ بالکل اسی طرح جسے متقین، صالحین، برگزیدہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء انتقال
 کر جاتے ہیں وہ تو خود بخشے جا چکے ہیں ان کے لئے بخشش کی دعا کرنا اور ایصالِ ثواب کا
 اہتمام کرنا بلندیِ درجات کے لئے ہوتا ہے اور درجات کی بلندی کی تو کوئی حد نہیں۔
 اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اگر قرب الہی کے بلند درجات نصیب ہیں تو ہمارے صدقہ و

خیرات سے ان کا ایک درجہ مزید اونچا ہو جائے گا۔ ایصالِ ثواب کے اس عمل کے جواب میں وہ ہمارے لئے نیک دعاؤں کا تحفہ لوٹائیں گے۔

۲۔ دنیا اور آخرت میں تحفوں کا تبادلہ

قرآن کا یہ قاعدہ ہے کہ جب تم کسی کو سلام کا جواب دو تو کم از کم اسے اسی شان سے لوٹایا کرو اور بہتر یہ ہے کہ اس سے بہتر طریقے سے لوٹایا کرو۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو فرمایا گیا۔

وَ إِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا
بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ط۔

اور جب (کسی لفظ) سلام کے ذریعہ تمہاری تکریم کی جائے تو تم (جواب

میں) اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ) پیش کیا کرو یا (کم از کم) وہی (الفاظ

(النساء، ۴: ۸۶)

جواب میں) لوٹایا کرو۔

اسی لئے اگر کوئی کسی کو السلام علیکم کہے تو اسے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ کہنا چاہئے یعنی اگر کوئی سلامتی کا تحفہ دے تو سلامتی کے ساتھ برکت اور رحمت کا تحفہ دیا کرو۔ لہذا جب ہم اللہ کے برگزیدہ اور مقرب بندوں، انبیاء، اولیاء اور صلحاء کی بلندی درجات کے لئے قرآن خوانی، صدقہ و خیرات، دعا اور نیک اعمال کے ثواب کا تحفہ بھیجیں گے تو وہ اس کے جواب میں قرآن کے اس حکم کے مطابق بہتر تحفہ ہماری طرف کیوں نہیں لوٹائیں گے؟ جبکہ وہ اتنے سخی ہیں کہ بغیر تحفوں کے بھی ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص حضرت داتا گنج بخشؒ کے لئے قرآن خوانی، صدقہ و خیرات اور نیکی اور تقویٰ کے ثواب کا تحفہ پیش کرتا ہے تو مزار پر انوار میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے دست اقدس اٹھ جاتے

ہیں کہ باری تعالیٰ! تیرے بندے نے میرے لئے بلندی درجات کا یہ تحفہ دیا ہے تو میری طرف سے اسے بخشش کا تحفہ عطا فرما۔ رسول پاک ﷺ کی شفاعت کا تحفہ عطا فرما۔ اپنے قرب کا تحفہ عطا فرما۔ یہ تحفوں کا باہمی تبادلہ جس طرح دنیا میں چلتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی جاری رہتا ہے۔

۳۔ امت کی بخشش کے لئے نظام شفاعت

۱۔ شفاعت کبریٰ

حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا منصب جلیلہ عطا فرمایا جبکہ دیگر انبیاء کرام اولیاء عظام اور صالحین مؤمنین کو شفاعت صغریٰ کی نعمت دیکر پوری امت کے لئے شفاعت کا ایک پورا نظام عطا کیا۔ ایک حدیث صحیح میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اللہ پاک نے فرشتے کو بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ محبوب ﷺ میں دو چیزیں تجھے عطا کرتا ہوں ان دو چیزوں میں سے جو چاہے تو لے لے۔ محبوب ﷺ تو اگر چاہے تو تیری آدمی امت کو بغیر حساب کتاب کے بخش دیا جائے اور اگر چاہے تو تجھے شفاعت کا حق دے دیں کہ جس جس کی تو شفاعت کرے اسے میں بخشا جاؤں۔ قربان جائیں آپ ﷺ کی شان رحمت پر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ یا تو میں شفاعت کا حق لے لوں یا میری آدمی امت بغیر حساب کتاب کے

عن عبداللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال خیرت بین الشفاعة او یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة (مسند احمد بن حنبل ۷۵:۲)

جنت میں داخل کی جائے پس میں
نے شفاعت کا حق لے لیا۔

اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ پہلی صورت میں آدمی امت
پہ جا کر بخشش کی حد ختم ہو جاتی ہے جبکہ شفاعت کا حق ملنے کے بعد میں جب تک
چاہوں گا جس کو چاہوں گا بخشواتا رہوں گا۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شفاعت کا حق عطا فرمایا اب روز
قیامت حضور ﷺ اپنے گنہگار امتی کی بخشش کیلئے یہی حق استعمال فرمائیں گے جبکہ اللہ
تعالیٰ آپ ﷺ کے راضی ہونے تک بخشش فرماتا جائے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَتَرْضَىٰ ۝ ط اور آپ کا رب عنقریب آپ کو
(اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ

راضی ہو جائیں گے۔ (الضحیٰ، ۹۳: ۵)

اے محبوب! جنت اور دوزخ کے بنانے میں ہمیں خود کوئی حاجت نہیں کوئی
نیک ہو یا بد ہماری ربوبیت کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ کوئی سجدہ کرے یا نہ
کرے میری خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا، میں شانِ صمدیت کا مالک ہوں۔ میں بے نیاز
ہوں۔ محبوب! یہ ساری بزمِ دنیا و آخرت تیرے لیے ہی سجائی ہے۔ تو نے اگر شفاعت
مانگی ہے تو دیکھ ہم تجھے یوں شفاعت عطا کریں گے کہ جب تک تیرے ہاتھ دعا کے
لئے اٹھتے رہیں گے بخشش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا
گیا آقا ﷺ اللہ نے یہ جو وعدہ کیا ہے کہ محبوب! جب تک تو راضی نہ ہو گا اس وقت
تک تجھے عطا کریں گے۔ تو آقا ﷺ آپ کب راضی ہوں گے؟ فرمانے لگے مجھے
رب کی عزت کی قسم! اگر میری امت کا ایک فرد بھی جہنم میں رہ گیا تو میں راضی نہیں

ہوں گا۔ آخری امتی کی بخشش پر جا کر میری رضا کا سلسلہ ختم ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ شفاعت فرماتے جائیں گے اللہ تعالیٰ امت کو بخشا جائے گا حتیٰ کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

فاقول یا رب ائذن لی فیمن قال
لا الہ الا اللہ فیقول و عزتی و
جلالی و کبریائی و عظمتی
لا خرجن منہامن قال لا الہ الا اللہ
(صحیح البخاری ۲: ۱۱۱۹)

میں عرض کروں گا اے میرے رب
مجھے ان کی اجازت بھی دیجئے جنہوں
نے لا الہ الا اللہ کہا ہے پس (اللہ
تعالیٰ) فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت
اپنے جلال اپنی کبریائی اور عظمت کی قسم
ہے میں ضرور دوزخ سے انہیں بھی
نکال دوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ
کہا ہے۔

یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بد اعمالیوں پر قبر و آخرت میں سزا کا
سلسلہ کہاں گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بد اعمالیوں پر سزا کے نظام کو گزار کر
حضور ﷺ کی شفاعت بالآخر ہر امتی کو بخشوالے گی۔ اگر شفاعت نہ ہوتی تو بد اعمالیوں
پر ہمیشہ سزا ملتی۔ یہ شفاعت ہے کہ ہمیشہ کی سزا کی بجائے شفاعت کے صدقے بخشش
نصیب ہوگی۔

۲۔ شفاعت صغریٰ

اللہ رب العزت نے شفاعت کا حق حضور ﷺ کی امت کے لئے بھی مختص
فرمادیا۔ ایک شفاعت کبریٰ عطا کر دی ایک شفاعت صغریٰ دی۔ شفاعت کبریٰ رسول
پاک ﷺ کے لیے مقام محمود کی شان کے مطابق مختص ہوگی اور شفاعت صغریٰ حضور

نبی کریم ﷺ کے ہر نیک اور صالح امتی کے لئے مختص ہوگی۔ قرآن پڑھنے والوں کی قرآن شفاعت کرے گا۔ روزے رکھنے والوں کی روزہ شفاعت کرے گا۔ حجر اسود کو بوسے دینے والوں کی حجر اسود شفاعت کرے گا کہ باری تعالیٰ اس کے لب مجھ سے لگے تھے کعبہ بھی شفاعت کرے گا اولیاء بھی شفاعت کریں گے، صلحاء بھی شفاعت کریں گے نیک اولاد بھی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معصوم بچہ بھی شفاعت کرے گا۔ ہم کس طرح شفاعت کے تصور کا انکار کر سکتے ہیں۔ جب معصوم بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی شفاعت مانگی جاتی ہے کہ اس معصوم بچے کو آخرت میں ہماری شفاعت کرنے والا بنا دے۔ یہ نمازہ جنازہ کی دعا ہے اگر بچے شفاعت نہ کر سکتے ہوں تو نماز جنازہ کی دعا کی عبارت عبث اور لغو ہو جاتی ہے۔

کسی پیاسے کو پانی پلا دیا تو وہ بھی شفاعت کرے گا۔ کسی زخمی کتے کی مرہم پٹی کر دی تو یہ عمل بھی شفاعت کا باعث بن جائے گا، کسی بیمار کی عیادت کر دی تو یہ عمل بھی شفاعت کا موجب ہو جائے گا۔

یہ جو فرمایا اخترت الشفاعة میں نے شفاعت کو منتخب کر لیا اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی بخشش کے لئے شفاعت کا جال بچھا دیا۔ ہر کسی کے لئے شفاعت کے ہزاروں راستے مہیا فرمادیئے اور جب کسی کی شفاعت بھی کام نہ آئے گی تو مکین گنبد خضراء ﷺ اٹھ کر شفاعت کبریٰ کا جھنڈا اٹھالیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد، نیکو کار، اولیاء، صلحاء بغیر حساب کے بخشے جائیں گے اور پھر ان میں سے ہر فرد مزید ستر افراد کو بغیر حساب کتاب کے بخشوائے گا۔

عن محمد بن زیاد الالہانی حضرت محمد بن زیاد الالہانی روایت
قال سمعت ابا امامة يقول کرتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ سے

سنا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول
اللہ ﷺ سے سنا کہ میرے رب
نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری
امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب
کتاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور
پھر ہزار افراد کے ساتھ مزید ستر ہزار
افراد پر بھی عذاب نہیں ہوگا۔

سمعت رسول الله ﷺ يقول
وعدنى ربى ان يدخل الجنة
من امتى سبعين الفا لا حساب
عليهم ولا عذاب مع كل الف
سبعون الفا۔

(جامع الترمذی، ۲: ۶۶)

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت پر اللہ کا یہ بھی احسان
ہوگا کہ آخرت کے عذاب کو قبر کی صورت میں ختم کر دیا جائے گا۔ قبر میں سزا دے کر
قبروں سے یوں اٹھایا جائے گا کہ ان کا حساب کتاب ہو چکا ہوگا۔ اور جب وہ قیامت کے
میدان میں آئیں گے تو صرف میرے سر پر ہی شفاعت کا سہرا ہوگا پس شفاعت کے
اس نظام کو قائم کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچے،
ایک کی نیکی سے دوسرے کو برکت ملے، ایک کی کوشش سے دوسرے کو عذاب اور
مصیبت سے نکالا جائے، یہ سارا تصور ایصالِ ثواب کا ہے، اگر عمل غیر سے انتفاع جائز نہ
ہوتا، ثواب نہ پہنچتا تو اللہ تعالیٰ کبھی یہ نظام عطا نہ فرماتا اسلئے کہ فطرت کے نظام میں
وحدت ہے۔ اس نظام میں کسی جھول کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اب تک کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ شرعاً یہ تصور درست اور صحیح ہے کہ اللہ
تبارک و تعالیٰ ایک شخص کے عمل صالح کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچاتا ہے۔ آئندہ
صفحات میں ہم اس مسئلے کی شرعی حیثیت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کر کے
نفس مضمون کو واضح کریں گے۔

سب سے پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا کسی ایک انسان کا عمل
دوسرے کے لئے باعث نفع ہے اور شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

باب اول

قرآن و سنت کی روشنی میں عملِ غیر سے
نفع کا ثبوت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اصول بیان کیا ہے کہ وہ ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ صرف یہ کہ لواحقین کے عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بلکہ قرآن کی رو سے کسی صالح، متقی مومن بزرگ کے عمل کا فائدہ بعد میں آنے والی ذریت کو بھی ہوتا ہے۔ انفعاع عمل غیر کے اس اصول پر قرآن مجید میں سورہ طور کی آیت ۲۱ شاہد عادل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
بِإِيمَانٍ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا
أَلْتَهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ
(الطور، ۲۱:۵۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی
اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع
کی ہم (جنت میں) ان کی اولاد کو
ان سے ملا دیں گے اور ہم ان کے اعمال
(کی جزا) میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

مذکورہ صدر آیت کریمہ میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مومنین کا ملین جو خود تو نیکیاں کما گئے، صالحیت، تقویٰ اور زہد و ورع کی زندگی بسر کر گئے لیکن ان کی اولاد اتنا نیک عمل نہ کر سکی اور اپنے ان بزرگوں کے درجے تک پہنچنے سے قاصر رہی مگر چونکہ ایک تو ان کی ان بزرگوں کے ساتھ نسبت ذریت تھی اور دوسرے انہوں نے اپنے بزرگوں کا راستہ اپنایا، ایمان میں ان کی متابعت کی کفر اختیار نہ کیا۔ لہذا ان دو وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ آخرت میں ان بزرگوں کے لواحقین اور متعلقین کو ان کے اعمال کی وجہ سے اجر کے حساب سے ان بزرگوں کے ساتھ ملا دیں گے۔ یعنی مومنین مخلصین کے اعمال صالحہ کی برکت سے ان کی اولاد و ذریت کو بھی حصہ ملے گا اور ان نیک لوگوں کے اعمال کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۱۔ باہمی عقیدت و محبت کا فائدہ

رضائے الہی کی خاطر جب کوئی بندہ کسی اللہ کے بندے سے محبت کرے گا تو روز قیامت رب رحیم اس محبت کا اسے فائدہ دے گا اور ان دونوں کو ملائے گا۔

اس بات کی تائید حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے:

۱. عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لو ان عبدین تحابا فی اللہ عز و جل واحد فی المشرق و اخر فی المغرب لجمع اللہ بینہما یوم القیمة یقول هذا الذی کنت تحبہ فی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ دو بندے جو محض رضائے الہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں جن میں سے ایک اگرچہ مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ روز قیامت ان کو اکٹھا کرے گا اور

فرمائے گا کہ یہ (تمہاری ملاقات) اس

محبت کی وجہ سے ہے جو تم محض میری (رضائی) خاطر کرتے رہے ہو۔

یہ حدیث پاک مذکورہ صدر آیت کریمہ کی بین تفسیر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخص ایسے ہوں گے جو دنیا میں ایک دوسرے سے محض اس لئے محبت کرتے ہوں گے کہ وہ اللہ کا نیک اور برگزیدہ بندہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والا سچا غلام ہے۔ یعنی ان کی یہ قلبی محبت کسی دنیوی منفعت، جاہ و منصب اور مال و دولت اور مادی غرض کی بنا پر نہ ہوگی بلکہ صرف اور صرف نیکی کی بنا پر ہوگی اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ ان میں ایک کہیں

دور مشرق میں رہتا ہو گا اور دوسرا کہیں مغرب میں۔ اتنے بعد اور فاصلے کی وجہ سے اگرچہ ظاہری زندگی میں وہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کر سکے ہوں گے لیکن اس کے باوجود یہ تعلق اتنا بڑا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس نیک بندے کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوسرے نیک بندے کے ساتھ ملا دے گا اور فرمائے گا کہ تو دنیا میں خالصتاً میری وجہ سے میرے اس نیک بندے کے ساتھ محبت کرتا تھا آج میں نے تجھے اس سے ملایا جہاں یہ جائے گا وہاں تو بھی جائے گا جو انجام خیر اس نیک بندے کا ہو گا وہی تیرا بھی ہو گا۔

۲۔ ایک متفق علیہ حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

عن ابی وائل قال قال عبد اللہ
بن مسعود جاء رجل الی رسول
اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ
کیف تقول فی رجل احب قوماً
ولم يلحق بهم فقال رسول اللہ
ﷺ المرأ مع من احب

حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ ابن
مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی
یا رسول اللہ ﷺ آپ اس شخص کے
بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایسی
قوم سے محبت رکھتا ہے جن سے نہ
ملا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص
جس سے محبت رکھتا ہو اس کا (حشر)

(صحیح البخاری، ۲: ۹۱۱)

اسی کے ساتھ ہو گا۔

اس حدیث پاک میں بھی کسی شخص کے عمل صالح کی برکت سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کا ثبوت ہے وہ بایں طور کہ یا تو وہ محبت کرنے والا شخص بعد مکانی و زمانی کی

وجہ سے دوسرے نیک اور صالح بندے سے اکتساب فیض نہ کر سکا لیکن چونکہ وہ ایسے شخص سے محبت کرتا تھا جو اللہ کا نیک بندہ تھا، متقی پرہیزگار اور صالح تھا لہذا اس برگزیدہ بندے کے نیک اعمال کی برکت اس سے محبت کرنے والے کو بھی ملے گی اور وہ قیامت کے روز اس کے ساتھ ہوگا۔ محبت ایک لازوال رشتہ ہے، موت کی دیوار بھی اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی اور پھر موت تو ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے کا نام ہے۔

دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو اللہ کے بعض نیک بندوں کے ساتھ محبت تو تھی مگر وہ نیک اعمال میں ان نیک بندوں کے ساتھ نہ مل سکا تو فرمان نبوی ﷺ کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ساتھ سچی محبت و عقیدت کی بنا پر قیامت کے دن اس کو ان کے ساتھ ضرور ملا دیگا اور اس عقیدت کیش کا حساب و کتاب اور انجام بھی نیک برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

ان احادیث پاک سے واضح ہو رہا ہے کہ باہمی عقیدت و محبت کی بنا پر ایک شخص کے عمل کا فائدہ دوسرے کو پہنچتا ہے۔ ایک شخص نے عمل کیا لیکن دوسرا نہ کر سکا۔ بزرگی و ولایت، تقویٰ و روحانیت، صدق و اخلاص اور عبدیت میں ایک شخص نے جو بلند مقام پایا دوسرا اپنے اعمال کی بنا پر وہ مقام حاصل نہ کر سکا۔ لیکن چونکہ اسے اللہ کے ان نیک بندوں کے ساتھ محض اللہ کے لئے قلبی محبت و عقیدت تھی جس میں کوئی دنیوی منفعت، حرص و لالچ اور مادی غرض و غایت شامل نہ تھی اس لئے اللہ رب العزت ان کے اعمال کی برکتوں میں ان کی عبادتوں کے فضائل اور عظمتوں میں اور ان کے اجر میں ان کے عقیدت مندوں کو بھی شامل کر دے گا اس شان کے ساتھ کہ ان نیک لوگوں کے اپنے اعمال کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔

۲۔ اعمالِ صالحین کی برکت سے قاتل کی بخشش

اعمال کے انجام، اجر اور اس کی جزا و سزا کا انحصار نیتوں پر ہوتا ہے۔ جو شخص اس نیت سے گھر سے نکلا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر رہا ہوں تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کا ثواب ملے گا اور جو دنیا کے لئے ہجرت کرے گا اسے دنیا مل جائے گی۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و وسیع ہے لہذا جو شخص جس نیت سے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عمل کی تکمیل کے بغیر بھی اس کا پورا اجر اس کی نیک نیتی کی بنا پر اسے عطا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ
(النساء، ۴: ۱۰۰)

اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ اور
اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت
کرتے ہوئے نکلے پھر اسے (راستے
میں ہی) موت آ پکڑے تو اس کا اجر

اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا۔

آیت کریمہ میں اس بات کا بیان ہو رہا ہے کہ جو بھی شخص ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلا مگر وہ ہجرت پوری نہ کر سکا لیکن چونکہ ہجرت کے ارادے سے گھر سے نکل پڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک عمل کا اسے پورا اجر عطا کرنا اپنے ذمے لازم کر دیا اگرچہ بوجہ موت اس کا عمل ہجرت پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ حضرت سیدنا عمر رضی

اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی چنانچہ جس نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس مقصد کیلئے اس نے ہجرت کی۔

۱. انما الاعمال بالنیات و انما لا مرئ ما نوى فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او الى امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔

(صحیح البخاری، ۲:۱)

۲۔ اس بات کی مزید تائید صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتا بتا دیا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ

عن ابی سعید الخدری ان نبی اللہ ﷺ قال کان فیمن کان قبلکم رجل قتل تسعة و تسعین نفساً فسأل عن اعلم اهل الارض فدل علی راہب فاتاہ فقال انه قتل تسعة و تسعین نفساً فهل له من توبة فقال لا فقتله فکمل به مائة تم سأل عن اعلم اهل الارض فدل علی رجل عالم فقال انه قتل مائة نفس فهل له من توبة فقال نعم

ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو (۱۰۰) قتل پورے کر دئے، پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا بتا دیا گیا، اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا ہاں تیرے اور توبہ کے درمیان کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! جاؤ فلاں فلاں جگہ پر جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بڑی جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا

ومن يحول بينه وبين التوبة
انطلق الى ارض كذا و كذا فان
بها اناساً يعبدون الله تعالى
فاعبدالله تعالى معهم ولا
ترجع الى ارضك فانها ارض
سوء فانطلق حتى اذا نصف
الطريق اتاه الموت فاختمت
فيه ملائكة الرحمة وملائكة
العذاب فقالت ملائكة الرحمة
جاء تائباً مقبلاً بقلبه الى الله
وقالت ملائكة العذاب انه لم
يعمل خيراً قط فاتاهم ملك في
صورة ادمي فجعلوه بينهم فقال
قيسوما بين الارضين فالي
ايتهما كان ادنى فهو له فقا سوا
فوجدوه ادنى الى الارض التي
اراد فقبضته ملائكة الرحمة۔

(اصحح لمسلم، ۲: ۳۵۹)

(اصحح البخاری، ۱: ۴۹۳)

ہوا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ
 ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں
 نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل
 نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی
 صورت میں ایک فرشتہ آیا انہوں نے
 اس کو اپنے درمیاں حکم بنالیا،
 اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش
 کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہوگا
 اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا جب
 انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے
 زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا
 ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے
 اسکی روح کو قبض کر لیا۔

اس حدیث پاک سے ایک تو اس تصور کی وضاحت ہوتی ہے کہ:

اللہ تبارک و تعالیٰ محض نیک نیتی اور نیک ارادے کا بھی پورا پورا اجر عطا فرماتا
 ہے اگرچہ عمل کی تکمیل ہو جو نہ ہو سکی ہو، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح
 بندوں کے اعمال کی برکتوں میں سے گنہگار کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث
 پاک میں تفصیل سے بیان ہوا کہ سو افراد کا قاتل چونکہ نیک نیتی کے ساتھ توبہ کیلئے
 نیکو کاروں کی بستی کی طرف چل پڑا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان نیکو کاروں کے اعمال صالحہ
 کی برکت اور ان کی طرف ہجرت کی نیت کی بنا پر اس کو بخش دیا۔

اور اسی مقام پر صحیح مسلم کی یہ روایت بھی ہے کہ وہ شخص ابھی تھوڑا فاصلہ ہی طے کر چکا تھا کہ اسے موت نے آیا۔ اللہ کے نیک اور صالح بندوں کی بستی نسبتاً دور تھی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نسبت کی حیا کرتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے زمین کو سکڑنے کا حکم دیا کہ وہ ان نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہو لہذا رحمت کے فرشتے اس کی روح قبض کر کے لے گئے اور یوں اللہ نے اپنے صالح بندوں کے اعمال کی وجہ سے اسے بخش دیا۔ (صحیح مسلم ۲۰: ۲۵۹)

نیکی میں دوسروں کو شریک کرنا اللہ کا پسندیدہ عمل

مذکورہ بالا روایت سے کہ اللہ نے زمین کو سکڑنے کا حکم دیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص کے عمل کے ثواب، اجر، برکت اور فضیلتوں میں کسی دوسرے شخص کو شامل کرنا اللہ تعالیٰ کا دستور اور سنت ہے اور یہ طریقہ اللہ کو پسند ہے۔ جب نیکی کے عمل کے اجر میں دوسرے کو شریک کرنا خود اللہ رب العزت کی سنت ٹھہرا تو جو عمل خود اللہ کی سنت اور اس کا پسندیدہ ہو اگر اس کے بندوں میں سے کوئی دوسرا شخص وہی عمل کرے گا یعنی خود عمل صالح کر کے اس کے اجر میں دوسرے کو شریک کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ عمل کیوں پسند نہ ہوگا؟

۳۔ لواحقین کے عمل سے میت کو فائدہ

مال وراثت وہ حق ہے جس کو شریعت نے نسبی رشتے کی بنا پر میت کے وارثوں کے لئے متعین کیا ہے۔ اس میں کسی غریب، امیر، یتیم اور مسکین کو دخل نہیں۔ مال وراثت نہ تو خدمت کا معاوضہ ہوتا ہے اور نہ غربت کے سبب سے متعین ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اولاد میں سے کوئی امیر ہو یا غریب، کسی نے ماں باپ کی

خدمت کی ہو یا نہ کی ہو، کوئی فرمانبردار تھا یا نہ تھا یا نہ فرما یا کسی نے مرتے وقت تک اپنے ماں باپ کو پوچھا تک نہیں پھر بھی اسے شریعت کا مقرر کردہ حصہ مال وراثت میں سے ملے گا۔ اس لئے شرعاً کوئی اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے عاق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حق وراثت تو پیدا ہی مرنے کے بعد ہوتا ہے لہذا جو حق ابھی پیدا ہی نہ ہوا کوئی اس سے کس طرح عاق کر سکے گا۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مال وراثت شرعاً خالصتاً حقداروں کے لئے ہوتا ہے کسی غیر حقدار کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں تو اس کے باوجود قرآن حکیم نے اس مال وراثت کی تقسیم کے وقت غیر وارث یتیموں اور مسکینوں کو بھی باعزت طریقے سے کچھ نہ کچھ دینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ
مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا
(النساء، ۴: ۸)

اور اگر تقسیم (وراثت) کے موقع پر
غیر وارث (رشتہ دار اور یتیم اور محتاج
موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں
بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو

تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے یتیموں مسکینوں اور غیر وارث رشتہ داروں کو دینے کا حکم کیوں دیا اس کی حکمت اور فلسفہ کیا ہے؟ تو اس کا فلسفہ اور حکمت یہ ہے کہ مال وراثت میں سے ہر کوئی اپنا حصہ وراثت لیکر اپنے گھر کو گیا، مال ختم ہو گیا لیکن یہ مال جس کے خون پسینے کی کمائی تھی، جس کی محنت اور کاوش تھی اور جس کی پوری زندگی محنت کرنے میں گزری اس کو اس مال نے قبر میں کیا فائدہ پہنچایا۔ وارثوں کے حق لینے سے تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا جبکہ اللہ پاک پسند فرماتا ہے کہ اسے بھی فائدہ پہنچے اس لئے وارثوں کو حکم دیا کہ اس کے مال میں سے یتیموں اور

مسکینوں پر صدقہ و خیرات کیا کرو۔ وہ مال جو یتیموں کے پاس پہنچ جائے گا اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچ جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ پاک نے لواحقین کا عمل میت کیلئے فائدہ مند ٹھہرایا۔

۴۔ عمل صالحین کا بعد میں آنے والوں کو فائدہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اولاد اور متعلقین کے عمل، ایصالِ ثواب کی بنا پر میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگلے جو کر جاتے ہیں اس کمائی کو پچھلے اجر و ثواب کی صورت میں کھاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ملاقاتِ موسیٰ و خضر علیہما السلام کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب دونوں بہتیاں ایک بستی والوں کے پاس آ پہنچیں تو انہوں نے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا، بستی والوں نے ان دونوں کی میزبانی کرنے سے انکار کر دیا پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی، حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے رہانہ گیا آپ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس تعمیر پر مزدوری لے لیتے مگر حضرت خضر علیہ السلام نے بعد میں اس تعمیر کی جو وجہ بیان کی قرآن میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کیلئے ایک خزانہ

(الکہف، ۱۸: ۸۲) (مدفون) تھا اور ان کا باپ صالح

(شخص) تھا۔

واضح ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان یتیم بچوں پر اتنی بڑی شفقت جو

فرمائی وہ محض اس لئے نہیں تھی کہ وہ یتیم ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے تھی کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی اللہ کا ولی ہو گزرا تھا۔ مفسرین میں سے بعض نے وہ صالح شخص خود ان کے باپ یا دادا کو قرار دیا ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے اجداد میں سے چھٹے بزرگ اللہ کے کامل ولی تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ ان یتیموں کو فائدہ دیا۔ یعنی عمل کسی کا تھا اور فائدہ اور برکت کسی اور کو بھی مل گئی۔ پس قرآن سے واضح ہو گیا کہ ایک شخص کا عمل دوسرے کو فائدہ دیتا ہے۔

امام حسن مجتبیٰ کا استدلال

سورہ کہف کی اس آیت کریمہ کے حوالے سے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خارجی سے پوچھا یہ بتا کہ سورہ کہف میں یتیموں کے مال کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کس سبب سے فرمائی۔ خارجی نے جواب دیا حضرت ان یتیموں کے مال کی حفاظت ان کے باپ یا جد امجد کی نیکی صالحیت اور تقویٰ کی وجہ سے کی۔ جب وہ یہ جواب دے چکا اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے خارجی اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

فابی وجدی خیر منہ۔ ”میرے باپ اور میرے جد امجد

ان یتیموں کے آباؤ اجداد سے زیادہ

نیک عمل والے ہیں“

اللہ تعالیٰ ان کے جد کی نیکی اور تقویٰ کا حیا فرمایا ہے اور تم میرے باپ کی نیکی

اور میرے نانا کے تقویٰ کا ذرا احساس اور حیا نہیں کرتے ہمارے ساتھ مسلسل دشمنی

اور مخاصمت کا وطیرہ رکھتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان

اس طرح مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک صحابی حضرت خثیمہؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

قال عیسیٰ بن مریم طوبی لولد المؤمن طوبی لهم یحفظون من بعد و قراء خثیمہ و کان ابوہما صالحا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مومن کی اولاد کے لئے خوشخبری ہے خوش نصیبی ہے ان کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے والدین کی نیکیوں کی

برکت سے بعد از وصال بھی ان کی

حفاظت فرماتا ہے۔ پھر صحابی نے

مذکورہ آیت تلاوت کی۔

اس کو علامہ آلوسی اور بہت سے مفسرین نے محدثین کے حوالے سے انہیں الفاظ سے بیان کیا کہ نیکیوں کی اولاد کو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے اعمال کی برکت سے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مبارک ہو مومنوں کو کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی اولاد کو بھی اپنی حفاظت اور امان میں رکھتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی، ۱: ۱۳)

۵۔ شہد اور صالحین کا اپنے متوسلین اور متعلقین کو فائدہ

قرآن مجید میں شہداء کے حوالے سے یہ مذکور ہے کہ شہداء کو مردہ گمان بھی نہ کرو۔ شہید صرف وہ نہیں ہوتا جو تلوار سے ہلاک ہوتا ہے بلکہ جو شخص اللہ کے عشق، اطاعت، محبت، مجاہدے میں اپنی جان کا نذرانہ اس کے حضور پیش کر دیتا ہے وہ

بھی بہت بڑی شہادت کا رتبہ پاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک غزوہ سے واپس لوٹے تو صحابہ سے فرمایا:

مرحبا بکم قدمتم من الجهاد
خوش آمدید تم چھوٹے جہاد سے لوٹ
الا صغری الی الجهاد الا کبر۔
کر بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔

(احیاء علوم الدین، ۳: ۵۷)

تو اس حدیث پاک کی رو سے محاذ جنگ میں جہاد کرنا چھوٹا جہاد ہے لیکن اس اندر بیٹھے ہوئے نفس کے خلاف جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔ اس لئے کہ یہ نفس ہی ہے جو ہر گھڑی انسان کو بہکا تا رہتا ہے لہذا اس کی ناپاک خواہشات کے خلاف اس کی پلید تمناؤں اور اس کے ناپاک منصوبوں کے خلاف جہاد کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ وہ صالحین و متینین جو اس نفس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی زندگی اللہ کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ وہ ہی بہت بڑے شہید گردانے جاتے ہیں۔ بقول شاعر

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

وہ لوگ جو عشق، محبت اور تسلیم و رضا سے اپنی گردن کٹا دیتے ہیں ان کو ہر لمحہ نئی زندگی ملتی ہے اور وہ نئی شہادت پاتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ شہداء جب اس دنیا سے چلے جائیں تو انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔ اللہ کی بارگاہ میں جنت میں ان کو رزق عطا کیا جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے رشتہ داران کے دوست احباب اور ان کے متعلقین، متوسلین کے ایمان، اعمال اور زندگی کے جملہ احوال جنت میں ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پچھلوں کے احوال سے باخبر رکھتے ہیں اور اگر یہ غلط زندگی بسر کریں تو

ان کی بد اعمالیاں بھی ان پر پیش ہوتی ہیں۔ ان کی نیکیوں کو دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں اور باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کی بد اعمالیوں کو دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ الہی! ان کو ہدایت عطا فرما۔ حدیث پاک ہے۔

عن انس قال رسول الله ﷺ
ان اعمالکم تعرض علی
اقاربکم وعشائركم من
الاموات فان کان خيراً
استبشروا به وان کان غیر ذلك
قالوا اللهم لا تمتهم حتی
تہدیہم کما ہدیتنا۔
(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیشک تمہارے اعمال تمہارے رشتہ دار اور خاندان کے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ اچھے ہوں تو انہیں خوشی ہوتی ہے اگر برعکس ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ انہیں اس وقت تک موت نہ دے حتیٰ کہ

انہیں ہدایت دے جیسے ہمیں ہدایت دی ہے۔

یہ نہ سمجھ لینا کہ چلنے والے چل بے صرف ہم ہی کو موقع ملتا ہے کہ ہم اگر چاہیں ان کی مدد کریں اور یہ کہ صدقہ و خیرات اور نیک اعمال کا ثواب ان کی روح کو پہنچا کر صرف ہم ہی ان کی خدمت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ نہیں، بلکہ یہ تو انہوں نے جو ہماری نیک تربیت کی، ہمیں سیدھی راہ پر چلانے کی کوشش کی اس احسان کا بدلہ ہے کہ ہم نیک اعمال کے ایصالِ ثواب کے ذریعہ، دعائے بلندی درجات کے ساتھ ان کی خدمت بجالائیں کیونکہ قرآن کہتا ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا
 الْإِحْسَانُ ﴿٥٥﴾ (الرحمن، ۵۵: ۴۰)
 اور احسان کا بدلہ بھی احسان کے سوا
 کیا ہے O

لیکن ان کی خدمت بجالانے کا صرف ہمیں ہی موقع نہیں ملتا۔ ہم ان کی خدمت خدا جانے بجالاتے ہیں یا نہیں لیکن جو نیکو کار چل بسے وہ قیامت تک اپنے متعلقین کی خدمت بجالاتے رہتے ہیں۔ وہ ہر گھڑی اپنے متعلقین کے بد اعمال پر پریشان ہو کر اللہ کی بارگاہ میں مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اس دنیا سے رخصت ہو جانے والا نیکو کار جو لمحہ بہ لمحہ اللہ کی بارگاہ میں آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے جس کے احسان کا سلسلہ ہر وقت آپ پر قائم ہے اور آپ کو اتنا بھی احساس نہ ہو کہ اس احسان کے عوض اسے یاد کریں؟ پس حدیث نبوی ﷺ سے یہ بات طے پاگئی کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ایک کے اعمال صالحہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

۶۔ نیک اولاد کے اعمال سے میت کو فائدہ

یہ بات بہت بڑی غنیمت ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں بے شک دولت کمائے دنیا کمائے۔ عزت کمائے شہرت کمائے جو کچھ چاہے حلال طریقے سے جائز طریقے سے کمائے لیکن ان ساری کمائیوں سے بڑھ کر بڑی کمائی یہ ہے کہ کوئی نیک اولاد کما جائے۔ اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو اعمال صالحہ پر کار بند کر جائے، انہیں قرآن و سنت کی تعلیم اور شعور دے کر اس قابل بنا جائے کہ انہیں اپنے مرنے والے والدین کا احساس ہو۔ اگر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کی اولاد آپ کے مرنے کے بعد آپ کے برزخی احوال کو بھول گئی تو میرے نزدیک یہ ذمہ داری اولاد پر نہیں۔ آپ پر ہے۔ آپ نے انہیں وہ راہ ہی نہیں بتائی، انہیں آپ نے حق کا وہ احساس ہی نہیں دلایا کہ وہ مرنے کے بعد بھی آپ کا حق اپنے اوپر محسوس کر سکے۔ ارشادات نبوی ﷺ

مندرجہ ذیل ہیں۔

۱. عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة من صدقہ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ۔
(اصحیح لمسلم، ۲: ۴۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا ذاتی عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کے۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرتا ہے

حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص دیکھے گا کہ اسے پہاڑوں کی مانند نیکیوں کے انبار عطا کر دیئے گئے وہ کہے گا کہ باری تعالیٰ! یہ نیک اعمال میں نے تو نہیں کئے لیکن اتنی عزت افزائی میری کس سبب سے ہو رہی ہے۔ جواب آئے گا کہ میرے بندے ہمیں معلوم ہے کہ تو اس قدر نیکی نہ کر سکا لیکن جس اولاد کو تو اچھی تربیت کے ساتھ چھوڑ آیا ہے وہ مسلسل تیری مغفرت کی دعا کرتی رہی ہے۔ تیرے بیٹے کی دعائے مغفرت کی سبب تجھے یہاں نیکیوں کے یہ انبار عطا کر دیئے گئے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

۲. عن ابی ہریرۃ قال ترفع للمیت بعد موت درجته فيقول: ای رب ای شیء هذا؟ فيقال ولدك استغفرلك

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد میت کے لئے ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔ وہ کہے گا: اے رب یہ کیا ہے؟ پس کہا جائے گا

(الادب المفرد للبخاری، ۲۱، ۲۲) تیرے بیٹے نے تیرے لئے بخشش کی

دعا کی!

حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص مر گیا، اللہ کے پیغمبر نے اس شخص کو دیکھا کہ اسے سخت عذاب ہو رہا ہے۔ چاروں طرف دوزخ کی آگ ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کا گزر پھر اسی قبر سے ہوا دیکھا کہ وہ بخشا جا چکا ہے اس کو بخششوں اور جنت کی نعمتوں کے تحائف دیئے جا رہے ہیں انہوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجا کی کہ باری تعالیٰ! ابھی چند دن پہلے تو میں اپنی آنکھوں سے کشف کے ذریعے اس کو دوزخ کے عذاب میں جلتا دیکھ کر گیا تھا اور آج یہ بخشش اور مغفرت کے تحائف میں کھیل رہا ہے اس کا سبب کیا ہے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب بندے! اپنے اعمال کی وجہ سے یہ عذاب ہی کا مستحق تھا اسی لئے اسے عذاب دیا گیا لیکن یہ شخص مرتے وقت اپنا ایک معصوم بچہ چھوڑ کر آیا تھا اس کی ماں نے اسے دین کی تعلیم کے لئے استاد کے پاس بٹھا دیا۔ استاد کے پاس جب اس نے میرا نام لیا تو مجھے حیا آگئی کہ اس کا معصوم بیٹا میرا نام لے رہا ہے اور یہ دوزخ میں جل رہا ہے۔ لہذا اثابت ہو کہ اولاد کے نیک اعمال سے والدین کو آخرت میں عذاب سے نجات مل سکتی ہے۔

۷۔ دعا سے فائدہ

اسلام دین فطرت ہے، ایک سچا مومن وہ مرد کو ہستانی ہو یا بندہ صحرائی اپنے قول و عمل سے فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کرتا ہے یعنی اس کا ہر عمل اپنے خالق حقیقی کی اطاعت اور رسول آخر ﷺ کی اتباع اور ان کی خوشنودی کے حصول کی راہ میں گزرتا ہے دعائے نیم شبی لرزتے ہونٹوں پر مچلتی ہے تو رحمت کے ان گنت دروازے کھل جانے ہیں اسی لئے دعا کو عبادت کی روح قرار دیا گیا۔ بندہ مومن اس روح کو اپنی

سانسوں کی گرمی میں زندہ و متحرک رکھتا ہے، دعا بندے اور خدا کے درمیان اس عاجزانہ سرگوشی کا نام ہے جس میں شان بندگی کا ہر پہلو مومن کی معراج ٹھہرتا ہے۔ دعا مسلمان کا ذاتی فعل ہے جس کا نفع اس کی ذات کے علاوہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، زندوں کو بھی پہنچتا ہے اور مردوں کو بھی پہنچتا ہے اس دنیا سے رخصت ہو جانے والے ہماری دعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان دن میں پانچ بار اپنے لئے اور اپنے والدین و عزیز واقارب کے لئے دعا کرتا ہے۔

قرآن مجید اور سنت نبوی میں جا بجا ایک شخص کو دوسرے کے حق میں دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ دعا خود ایک عبادت ہے۔ ایک شخص اپنے کسی عزیز دوست کی صحت یا پائی اصلاح احوال یا مغفرت کیلئے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو صحت عطا فرماتا ہے، اسکے گناہ بخش دیتا ہے، اور اسکے حالات کو درست فرما دیتا ہے حالانکہ اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ کس کی دعا کا نتیجہ ہے۔ جملہ مؤمنین ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيّْ ۝ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يُقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر
(ابراہیم، ۳۱:۱۳) سب مومنوں کو بھی جس دن حساب

قائم ہوگا ۝

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر آپ کی دعا سے، آپ کی عبادت سے اور آپ کے کلمہ خیر سے آپ کے فوت شدہ والدین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو پھر نماز میں آپ کو ایسی بات کہنے کی تلقین کیوں کی گئی۔ والدین کا تو اولاد کے ساتھ تعلق ہے اولاد ان کی کمائی ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نسبت اور تعلق کی بنا پر دعا درست ہے لیکن

قرآن مجید نے تو بات یہاں پر ختم نہیں کی بلکہ فرمایا:

و للمؤمنین یوم یقوم الحساب باری تعالیٰ! قیامت تک ہر اہل ایمان کو بخش دے۔

لہذا اب محض والدین اولاد اور اعزہ کی تخصیص نہ رہی بلکہ قیامت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ امت کے لئے آپ نے دعا کی۔ وہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے، جن کی روحیں ابھی عالم ارواح میں ہیں، وہ جو عالم ناسوت میں منتقل نہیں ہوئے اور وہ بھی جو صدیوں پہلے گزر گئے، سب کی بخشش کیلئے مومن اپنی نماز میں دعا کر رہا ہے اگر اس کی دعا سے ان کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے نماز میں ایسی بات کی تلقین کیوں فرمائی؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ ذات آپ کی دعا سے ہر کسی کو فائدہ پہنچاتی ہے تب ہی تو اس نے کہا ہے کہ بندے جب نماز پڑھ لے اور مجھے راضی کر لے اور میری رحمت کا دریا جوش میں آئے تو آخر میں مجھ سے دعا مانگ اور دعا میں صرف اپنے لئے مغفرت نہ مانگ کہ یہ خود غرضی ہوگی، یہ مفاد پرستی ہوگی۔ میرے خزانہ مغفرت میں کوئی کمی نہیں اپنے لئے مانگے گا تو تجھے بھی دوں گا، اپنے والدین کے لئے مانگے گا ان کو بھی دوں گا اور اگر جملہ مومنین کیلئے بھی مانگے گا تو ہر مومن کو بھی بخش دوں گا لیکن تیری بخشش میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

حضرت سفیان ثوریؒ بیان کرتے ہیں کہ لوگو! جس طرح اس زندگی میں تم خورد و نوش کے محتاج ہو بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے تمہاری دعاؤں کے محتاج ہیں۔ (شرح الصدور، ۱۲)

یہ مت سمجھ کہ نیک اعمال کی سورت میں وہ جو کما گئے صرف اسی کا تعلق ان سے ہے وہ ان کی اپنی کمائی تھی جو انہوں نے اپنی زندگی میں کی لیکن ان کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے لئے جتنی دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ ان کے لئے

جو صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے، جو اعمال صالحہ کئے جاتے ہیں۔ الغرض ان کے لئے جو کچھ بھلائی کے کام کئے جاتے ہیں اس سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے اور ان سے ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی ہوتی ہے اور جنت میں ان کا مقام و مرتبہ بڑھتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے کسی دوست کیلئے دعا مانگتا ہے کہ باری تعالیٰ میرے فلاں دوست اور محبوب کے ساتھ یہ احسان فرما تو جبرئیل علیہ السلام بھی دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اس نے دوست کیلئے دعا کی ہے اسے بھی عطا کر اور اس کی مثل اس کو بھی عطا کر۔ ”خزانہ خدا میں کوئی کمی نہیں یہ ہماری دنیا ہے کہ ہم محدود عطا کرتے ہیں ۱۰۰ روپے دو میں بانٹیں تو ۵۰-۵۰ اور اگر چار میں بانٹیں تو ۲۵-۲۵ فی کس لیکن اللہ کی عطا لامحدود ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی دعا کر رہا تھا:

اللهم ارحمني و محمداً ولا
 اے اللہ مجھ پر رحم فرما اور محمد ﷺ
 پر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ
 فرما۔

جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لقد حجرت واسعاً۔
 تو نے (اللہ کی رحمت جو) وسیع (ہے)
 (صحیح البخاری، ۲: ۸۸۹) کو محدود کر دیا۔

مطلب یہ تھا کہ اللہ کی رحمت وسیع ہے اسے تنگ کیوں کرتا ہے ہر کسی کیلئے مانگ۔
 طرانی بیہتی ودیلمی میں حدیث پاک ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے مرنے والے ایسے ہیں جو گناہ گار ہوتے ہیں اور جانے کے بعد عالم برزخ میں اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبے رہنے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور فریاد بھری نگاہیں اٹھا اٹھا کر دنیا

میں اپنے پچھلوں کو تکتے رہتے ہیں کہ شاید کوئی ہماری مغفرت کے لئے پہنچ جائے کوئی ہماری بخشش کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کر دے۔ وہ مسلسل پشیمانی اور پریشانی کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں جب کوئی ان کی بخشش اور بلندی درجات کے لئے نیک عمل کر کے اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے تو مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کا وہ تحفہ جب ان کے پاس آتا ہے تو ان کے چہروں پر مسکراہٹ چل جاتی ہے اور وہ خوش ہو کر واپس لوٹتے ہیں اور برزخ میں اپنے پڑوسیوں کو بتاتے ہیں کہ یہ میرے پچھلوں کا تحفہ ہے اور جن کو دعائے مغفرت ایصالِ ثواب اور صدقہ و خیرات کا تحفہ نہیں آتا وہ ان کے تحفوں کو دیکھ کر مزید پریشان ہو جاتے ہیں اور تکتے ہیں کہ کاش میرے پچھلے ان کی طرح میرا بھی فکر کریں۔ (معجم الاوسط للطبرانی ج: ۶۵۰۰)

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ مرد مومن جو عمل صالح اپنے لئے کرتا ہے وہ اس کی برکت اور اجر و ثواب میں جس کو چاہے شریک کر سکتا ہے۔ خدا کی ذات اس کا فائدہ ہر کسی کو پہنچا سکتی ہے اور پہنچانے والے کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہیں ہوتی۔

۸۔ دنیا کی ذاتی کمائی سے دوسروں کو فائدہ

اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ وہ کسی ایک شخص کے عمل صالح کے اجر و ثواب میں دوسروں کو شریک کرتا ہے یہی اللہ کی سنت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دنیاوی کمائی میں بھی محتاجوں اور ضرورت مندوں کا حق رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ
وَالْمَحْرُومِ (الذريت ۱۹:۵۱)
اور ان کے مال و دولت میں محتاجوں اور
محروموں کا (بھی) حق ہوتا ہے ○

دولت ایک نے کمائی، پیسہ کسی کا تھا، محنت کسی نے کی، رب ذوالجلال نے جب اس میں محتاجوں اور ضرورت مندوں کا حق رکھا ہے تو وہ آخرت کے مال میں دوسروں کا حق کیوں نہ رکھتا ہوگا؟ کیونکہ دنیا کا مال تو ختم ہونے والا ہے جبکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا مال ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱. وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝

حالانکہ آخرت (کی لذت و راحت)

بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے

(الاعلیٰ، ۸۷: ۱۷)

۲۔ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ
الصَّدَقَاتِ ۝

اور اللہ سود کو مٹاتا ہے (یعنی سودی مال

سے برکت کو ختم کرتا ہے) اور

صدقات کو بڑھاتا ہے (یعنی صدقہ

کے ذریعہ مال کی برکت کو زیادہ کرتا

(البقرہ، ۲: ۲۷۶)

ہے۔)

یعنی اگر کوئی اللہ کے حکم پر اس کی رضا کیلئے اس کے ضرورت مندوں پر مال خرچ کرے اپنی کمائی میں دوسروں کو شریک کرے تو وہ اس شخص کی کمائی میں برکت ڈالتا ہے اس کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ تو وہ ذات جو اس دنیا کے مال میں اوروں کو شریک کرنے پر اضافہ کر دیتی ہے وہ ہمارے عمل کے اجر و ثواب میں اوروں کو شامل کرنے پر اس میں اضافہ کیوں نہ کرتی ہوگی۔؟

حقیقت یہ ہے کہ وہ ذات ضرور اضافہ کرتی ہے۔ آپ اپنے عمل کے اجر و

ثواب میں جتنوں کو شامل کرتے جائیں گے اتنا ثواب اور اجر کا دائرہ بڑھتا جائے گا۔

۹۔ نماز جنازہ سے میت کو فائدہ

نماز جنازہ ایک ایسا عمل ہے جو مرنے والا خود نہیں کرتا بلکہ دوسرے زندہ مسلمان جنازہ پڑھتے ہیں۔ حمد و ثنا، درود شریف اور مرنے والے کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مرنے کے ساتھ ہی اس کا عمل والا نظام تو منقطع ہو جاتا ہے اب اگر زندہ انسانوں کا نماز جنازہ پڑھنا، دعا اور عبادت اس کی بخشش و مغفرت کا سبب نہ ہو، اس کی بلندی درجات کا سبب نہ ہو اور اس کے لئے فائدے اور نفع کا باعث نہ ہو تو پھر نماز جنازہ کا عمل بے سود اور بے معنی ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میت کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے اور پڑھنے والے کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ ارشاد گرامی ہے:

عن مرثد الیزنی عن مالک بن
ہبیرة قال قال رسول اللہ ﷺ ما من
میت يموت فیصلی علیہ ثلاثہ
صفوف من المسلمین الا
اوجب۔
مرثد یزنی نے حضرت مالک بن ہبیرہ
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اس
کے جنازے پر مسلمانوں کی تین صفیں
نماز پڑھیں مگر یہ کہ اس کے لئے
(جنت) واجب ہوگئی۔

(ابوداؤد، ۲: ۹۵)

۱۰۔ عالم برزخ میں نیک پڑوسی کا فائدہ

نہ صرف یہ کہ ایک شخص کی دعا ہی سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ نیک شخص کا قبر میں پڑوس ملنے سے بھی گنہگار کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی نیک مسلمان فوت ہو جائے تو روئے زمین کا ایک ایک خطہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ باری تعالیٰ اپنے اس نیک بندے کو میرے اندر دفن

کرنا، جب کوئی کافر یا بد اعمال فاسق و فاجر مرتا ہے تو زمین کا ہر خطہ توبہ کرتا ہے کہ باری تعالیٰ کہیں یہ میرے اندر دفن نہ ہو، باری تعالیٰ اسے مجھ سے دور لے جا۔ یعنی زمین کی خاک کے ذرے بھی بد بخت سے بد اعمال سے گریز کی دعا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو نیکیوں کے پڑوس میں دفن کیا کرو کیونکہ جس طرح برے پڑوسیوں سے اس دنیا میں پڑوسیوں کو تکلیف اور اذیت پہنچتی ہے اس طرح برے پڑوسیوں کی قبروں سے قبر والوں کو آخرت میں بھی اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔

قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ادفنوا موتاكم في وسط قوم صالحين فان الميت يتاذى بجاء السوء كما يتاذى الحي بجاء السوء۔

(شرح الصدور: ۴۲)

(بحوالہ ابو نعیم و ابن مندہ)

کیونکہ جب عذاب اترتا ہے تو اس کے عذاب کے اثرات سے اس کے گرد و نواح کا ماحول متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ عذاب ایک شخص پر اترتا ہے لیکن پڑوسی اس شخص کے عذاب کی تپش سے بلا وجہ پریشان ہوتے ہیں۔ جس طرح بڑا پڑوسی کسی دوسرے پڑوسی کو نقصان نہ بھی پہنچائے لیکن پھر بھی محض اس کے شر کی وجہ سے پڑوسی پریشان رہتا ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں عذاب پانے والے شخص کی وجہ سے ارد گرد کے پڑوسی پریشان رہتے ہیں اس لئے کوشش کیا کرو کہ اپنی میت کو نیکیوں کی قبروں کے ساتھ دفن کرو۔ اس پر صحابہ نے پوچھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نیک کے پاس دفن کرنے سے اس مرنے والے کو فائدہ ہوگا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہاں کیوں نہیں؟ برے کے عذاب کی تکلیف پڑوسی کو ہوتی ہے تو اچھے کے ثواب کا فائدہ اس پڑوسی کو کیوں نہ ہوگا؟ حدیث پاک میں اس امر کی تائید ہے کہ ایک شخص مدینہ پاک میں فوت ہو گیا۔ اسے دفن کر دیا گیا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ وہ شخص عذاب میں مبتلاء ہے کچھ دنوں کے بعد پھر اس کی قبر پر ان کا جانا ہوا اور دیکھا کہ وہ بخشا جا چکا ہے۔ اور جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہے اس سے پوچھا کہ یہ تیری بخشش کا سبب کیا ہوا وہ کہنے لگا کہ اپنے اعمال کی بنا پر تو میں اسی عذاب کا مستحق تھا جسے آپ دیکھ گئے تھے کل پرسوں کی بات ہے کہ کوئی اللہ کانیک اور برگزیدہ بندہ فوت ہو گیا اور اسے لا کر میری قبر کے نزدیک دفن کر دیا گیا اس کے دفن ہوتے ہی اس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ باری تعالیٰ تو اگر مجھ پر لطف و کرم کرتا ہے تو پھر میں اپنے ارد گرد کے چالیس چالیس قبروں کی بخشش کی شفاعت کرتا ہوں۔ پس اس نے شفاعت کی۔ اللہ نے اس کی شفاعت قبول کر کے ارد گرد کے ان چالیس قبر والوں کو بخش دیا ان میں میں بھی آگیا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن نافع المزنی
روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں
ایک شخص کا انتقال ہو گیا پس اسے
دفن کیا گیا ایک شخص نے اسے دیکھا
کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے پھر چند
دن بعد اسے اہل جنت میں سے دیکھا
پس اس سے اس انعام کا سبب پوچھا تو

عن عبداللہ بن نافع المزنی قال
مات رجل بالمدينة فدفن بها
فراه رجل كانه من اهل النار
فاغتم لذلك ثم اريه بعد سابعة و
ثامنة كانه من اهل الجنة فسأله
قال دفن معنا رجل من
الصالحين فشفع في اربعين من

جیرانہ فکنت منہم۔

(شرح الصدور، ۲۲، بحوالہ ابن ابی الدنیا)

اس نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں
ایک صالح شخص کو دفن کیا گیا اس
نے اپنے چالیس پڑوسیوں کی
شفاعت کی میں بھی ان میں سے تھا۔

معلوم ہوا کہ صرف یہ نہیں کہ زندہ کوئی نیک کام کریں دعا کریں ایصال
ثواب کیلئے نیک اعمال کریں اور ان سے آگے گزر جانے والوں کو فائدہ نہ پہنچے بلکہ کبھی
ایک قبر والا شفاعت کر کے دوسرے قبر والے کی شفاعت کا باعث بن جاتا ہے۔

۱۱۔ فرشتوں کے عمل سے میت کو فائدہ

ہر شخص کے کندھوں پر دو فرشتوں کی ڈیوٹی ہے۔ ایک اعمال صالحہ اور
دوسرا اعمال سیئہ لکھتا رہتا ہے۔ جب بندہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو ان
فرشتوں کا کام بھی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ پھر اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اب
دنیا میں ہمارے لئے کوئی کام نہیں رہا کہ جس کے اوپر ہم متعین تھے وہ تو چل بسا اب
ہمیں آسمانوں میں رہ کر اپنی عبادت کی توفیق اور اپنی یاد کی اجازت دے۔ لیکن پس
مرگ بھی اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندے کی قبر پر ہی ان کی ڈیوٹی لگاتا ہے روایات میں آتا
ہے کہ:

وہ فرشتے پس مرگ اس شخص کی قبر پر
ہوتے ہیں۔ اس حال میں کہ اللہ کی
تسبیح، تہلیل اور تکبیر کرتے ہیں اور ان
تمام اذکار کا ثواب صالح مرد مؤمن کے
کھاتے میں قیامت تک لکھتے رہتے ہیں۔

فیقولان علی قبرہ یسبحان
ویہللان و یکبران و یکتب
ثوابہ للمیت الی یوم القیمة ان
کان مؤمناً۔

(تفسیر روح المعانی، ۱۵۔ جزم، ۳۰: ۷۵)

اب یہاں نہ تو کوئی نسبی رشتہ ہے، نہ کمائی کا کوئی فلسفہ کار فرما ہے۔ اس مرد نیک کے ساتھ فرشتوں کا اس طرح کا کوئی تعلق نہیں۔ بس صرف اتنی بات ہے کہ وہ نیک تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے اعمال کے ذریعہ اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا اہتمام فرمایا۔

۱۲۔ سر سبز ٹھہنیوں کی تسبیح سے میت کو فائدہ

اب تک ہم نے عمل غیر سے کسی کو فائدہ پہنچنے کے حوالے سے زندہ انسانوں اور فرشتوں کے اعمال کا ذکر کیا مگر شریعت اسلامی میں تو انقاع عمل غیر کا اتنا وسیع تصور ہے کہ نباتات کے عمل سے بھی میت کو فائدہ پہنچنے کا ثبوت موجود ہے۔ اس حوالے سے بخاری شریف کی ایک روایت ملاحظہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں سے گزر ہوا فرمایا انہیں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کی کوئی بڑی وجہ بھی نہیں، ان میں سے ایک چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب سے احتیاط نہ کرتا تھا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) آپ ﷺ نے ایک سبز شاخ لیکر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر رکھ دیئے پھر فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے امید ہے کہ عذاب میں تخفیف رہے گی۔

عن ابن عباس قال مر النبي ﷺ علي قبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان من كبير ثم قال بلى اما احدهما فكان يسعى بالنميمة واما الاخر فكان لا يستتر من بوله ثم اخذ عودا رطباً فكسره باثنتين ثم غرز كل واحد منها على قبر ثم قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

(صحیح البخاری ۱: ۱۸۴)

آج جو قبروں پر سبز ہرے بھرے پتے اور پھول ڈالے جاتے ہیں ان کی بنیاد

یہی حدیث پاک ہے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح

کیا کہ عمل غیر کا فائدہ پہنچنا شرعاً عقلاً درست ہے۔ خود اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ

کوئی شخص اپنے کسی نیک عمل میں کسی دوسرے کو شریک کرے۔ اور جب کوئی از خود

ایسا عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت اور فیض میں دوسرے کو ضرور شریک

کرتا ہے اور اس سے ثواب پہنچانے والے کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اب

کے بحث سے واضح ہوا کہ

رحمت حق بہانہ می جوید، بہانمی جوید

”خدا کی رحمت تو تمہیں تمہاری بخشش کے لئے بہانے تلاش کرتی ہے اعمال کے

ذخیرے تلاش نہیں کرتی، وہ کسی کی بخشش کے لئے ذخیروں کی محتاج نہیں جسے چاہے

بے حساب و کتاب بخش دے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ اللہ کی بخشش کے انعام کو

حاصل کرنے کے یہی بہانے ہیں لیکن کتنے بد بخت اور بد نصیب ہیں ہم لوگ کہ اللہ کی

بخشش کے بہانوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔

لیس للانسان الا ما سعی
 نفسِ مسئلہ سے متعارض نہیں

عام طور پر لوگ اس ارشاد باری تعالیٰ کے حوالے سے ایصالِ ثواب سے انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝
اور یہ کہ ہر انسان کو وہی ملتا ہے جس کی
وہ کوشش کرتا ہے ۝
(النجم، ۵۳: ۳۹)

اس آیت کریمہ کی رو سے ایصالِ ثواب کے تصور پر بعض ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ انسان جو عمل خود کرتا اس کی کمائی، اس کا اجر اور اس کا صلہ اسے مل جاتا ہے اور اس کے سوا وہ کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا۔ جبکہ ایصالِ ثواب میں نیکی، صدقہ و خیرات کوئی اور کرتا ہے اور اس کا اجر اور پھل کوئی اور کھاتا ہے۔ مرنے والے نے تو وہ کام کیا ہی نہیں ہوتا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی ایسے عمل کا ثواب اس شخص کو مل جائے جس نے وہ کام کیا ہی نہیں؟

ذیل میں ہم اس مغالطے کے ازالہ کے لئے سب سے پہلے اس آیت کریمہ کے مختلف معانی اور مطالب بیان کریں گے تاکہ ذہن سے یہ شبہ دور ہو جائے کہ اس آیت کریمہ کے معنی و مفہوم کا ایصالِ ثواب کے شرعی فلسفے کے ساتھ کوئی تعارض، تضاد اور تصادم ہے:

کلامِ الہی میں تعارض نہیں

یہ اٹل حقیقت ہے کہ قرآن پاک کے احکامات میں باہمی طور پر کہیں بھی کوئی تعارض اور تضاد نہیں اس لئے جا بجا غیر مسلموں کو یہ چیلنج کیا گیا کہ اگر یہ قرآن کسی اور کا تحریر کردہ ہوتا تو آپ اس میں کثرت کے ساتھ تعارض اور تضاد پاتے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ كَانُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ
 اور اگر یہ (قرآن) غیر خدا کی طرف
 لَوْ جَدُّوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا
 سے (آیا) ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت
 (النساء، ۴: ۸۲) سا اختلاف پاتے O

یعنی کہیں ایک بات کو ناجائز قرار دیا جاتا تو کہیں اس کو جائز قرار دیا جاتا۔
 کہیں ایک بات کہی جاتی تو کہیں دوسری بات۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کی کتب کے
 موجودہ نسخوں میں واقع ہے۔ وہ کتابیں اصلاً تو اللہ کی طرف سے بطور وحی اتری ہیں مگر
 بعد میں ان میں تحریف اور تبدیلی کر دی گئی۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ان میں جگہ جگہ
 اس طرح تضاد اور اختلاف ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ
 نہیں لیکن الحمد سے والناس تک پورے قرآن میں کوئی کسی ایسے مقام کی نشاندہی
 نہیں کر سکتا کہ کسی ایک جگہ کا بیان شدہ تصور دوسری جگہ کے بیان کے ہوئے تصور
 سے جدا ہو یا متضاد ہو۔ گویا قرآن وحدت فکر اور وحدت علم کا تصور دیتا ہے۔ جب یہ
 بات طے شدہ ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مقام پر تو انسان کو صرف اپنے
 عمل کا اجر ملے اور دوسری جگہ ارشاد ہو کہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
 اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی
 بِإِيمَانٍ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا
 اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع
 أَلْتَهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط
 کی ہم (جنت میں) ان کی اولاد کو ان
 سے ملا دیں گے اور ہم ان کے اعمال
 (الطور، ۵۲: ۲۱) (کی جزا) میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

لہذا اصول یہ طے پایا کہ یہ تو ممکن ہے کہ انسان کے فہم میں کوئی نقص کمی یا
 کچی ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ اللہ یا اس کے رسول ﷺ کے کلام میں تضاد ہو۔ اس

اصول کے تحت ہمیں ان تلاوت کی گئی آیات کے اصل معنی و مفہوم کو پھر سے سمجھنا ہے تاکہ یہ یقین ہو سکے کہ اس آیت کریمہ میں انسانی سعی کا جو تصور بیان کیا جا رہا ہے اس کا دیگر آیات سے کوئی تعارض اور تضاد نہیں۔

آیت مبارکہ کا پہلا معنی: مسئلہ جبر و قدر

اس آیت کریمہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اس کا تعلق مسئلہ جبر و قدر سے ہے۔ کئی ائمہ و مفسرین نے اس آیت کے سیاق و سباق اور اس کے قرینہ کلام کے پیش نظر اس کا مورد محل کافر کو قرار دیا ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تصور بیان کیا جا رہا ہے کہ کسی کو کافر بنانا اللہ نے مقدر بایں معنی نہیں کیا کہ وہ کافر ہونے پر مجبور ہو۔ یہ تصور غلط ہے۔ کسی کا فاسق و فاجر ہونا، بدکار یا بد کردار ہونا یہ اللہ کی طرف سے ان معنوں میں مقدر نہیں ہے کہ وہ شخص یہی اعمال کرنے پر مجبور ہے اور وہ کوئی عمل صالح نہیں کر سکتا۔ اللہ کے ذمے ان الزامات کو مت ٹھہراؤ۔

اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے۔

۱ - وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝

ہم نے تمہیں دو راستے کھلے طور پر بتا

دیئے ۝

(البلد، ۹۰: ۱۰)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک نجد الخیر ہے اور ایک نجد الشر۔ نجد الخیر سے مراد بھلائی کا راستہ اور نجد الشر سے مراد برائی کا راستہ اور یہ دونوں راستے اس لئے بتائے ہیں تاکہ انسان اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق دو راستوں میں سے جو چاہے اپنالے۔

۲ - قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ

فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝
 پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور
 (الشمس ۹۱:۸) پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھادی ۝

یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے انسان کے نفس میں برائی اور بھلائی
 دونوں کا شعور رکھ دیا ہے۔ تمہیں بتا دیا ہے کہ اس راہ پر چلو گے تو کامیاب و کامران ہو
 جاؤ گے۔ یہ فلاح کی راہ ہے جو تم کو ہلاکت اور تباہی سے بچائے گی۔ دوسری راہ شر و
 برائی اور تباہی و بربادی کی راہ ہے۔

۳- قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ
 قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ
 بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور
 پر ممتاز ہو چکی ہے۔
 (البقرہ ۲:۲۵۶)

یعنی اللہ پاک نے ہدایت کو الگ کر دیا ہے اور گمراہی کو الگ کر دیا ہے۔

۴- پھر اللہ پاک سورہ کہف میں ارشاد فرماتا ہے کہ:
 فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَاءَ
 پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو
 چاہے انکار کر دے۔
 فَلْيُكْفُرْ ۗ

(الکہف ۱۸:۲۹)

ہم نے تمہارے گلے میں طوق بیاپاؤں میں زنجیر نہیں ڈالے اس لئے کہ ایمان
 اور کفر میں سے کسی ایک کو اپنانے میں اگر اللہ کی طرف سے تقدیر کی ایسی زنجیر ہو کہ
 انسان مجبور ہو تو پھر کسی کافر سے سوال کرنے کا حق اللہ تعالیٰ کو نہیں رہتا۔ اس طرح
 قضا و قدر کا سارا تصور مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔ پھر سوال و جواب اور جزا و سزا کا تصور ختم
 ہو جاتا ہے جس نے دنیا میں مجبوری کی حالت میں کچھ کیا ہو اس سے تو دنیا دار سوال

نہیں کرتے پھر اللہ تعالیٰ اس سے کیونکر سوال کرے گا جو سارے عادلوں سے بڑا عادل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

أَلَّا اللَّهُ لَيْسَ بِظَلَامٍ لِلْعَبِيدِ ۝
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہرگز ہرگز ظلم نہیں کرتا ۝

(آل عمران، ۳: ۱۸۲)

یہ ظلم ہو گا کہ کسی کو کافر ہونے پر تو اس نے مجبور کیا ہو اور پھر مرنے کے بعد بھی اس سے پوچھا جائے کہ تو ایمان کیوں نہیں لایا؟ تو کوئی ادنیٰ شعور اور اخلاق رکھنے والا شخص بھی کسی سے ایسا دھوکہ نہیں کر سکتا چہ جائیکہ رب کائنات اپنے بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے۔

انسان کو جو کچھ جزا اور سزا ملتی ہے یہ کسی اور سمت سے نہیں آتی بلکہ یہ اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اس کا صلہ پالیتا ہے اور اس کے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ لہذا جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان و کفر، نیکی و بدی اور خیر و شر کا راستہ بتا دیا تو اب اس آیت کریمہ کا معنی یہی ہو گا کہ انسان کو جب ہر دو راستے بتا دیئے تو اب اگر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے مطابق معاملہ کیا جائے گا اور اگر کوئی عمل شر کو سرانجام دے تو وہ اس کے مطابق سزا پائے گا کیونکہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے گا۔

دوسرا معنی: شرعی ذمہ داری کا تصور

اس آیت کریمہ میں انسان پر جو حرف ”ل“ آیا ہے یہ بمعنی ”علی“ ہے۔ اس اعتبار سے اس کا معنی یوں ہو گا کہ ”انسان پر اس شے کی ذمہ داری ہے اور وہ اس شے کا جوابدہ ہے جس کی اس نے کوشش کی“ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ بدکاری کوئی

کرے اور پکڑ کسی اور کو لیا جائے، چوری کوئی کرے مگر گرفتار کسی اور کو کر لیا جائے، گناہ کوئی کرے مگر جواب کسی اور سے طلب کیا جائے۔

یعنی انسان جو کچھ اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے اسی پر اس کو جوابدہ ہونا ہے۔ یہاں شرعی ذمہ داری اور شرعی جوابدہی کے تصور کو بیان کیا جا رہا ہے یہ اس لئے کہ دوسری شریعتوں میں تھا کہ عمل کوئی اور کرتا تھا سزا کسی اور کو ملتی تھی۔ مغربی قوانین میں بھی بڑی دیر تک یہ تصور رائج رہا کہ کسی ایک کے جرم پر دوسرے کو سزا ہو جاتی، بیٹے کے جرم پر باپ کو پکڑ لیا جاتا۔ قرآن پاک نے ایسے تمام ناجائز اور ناروا تصورات کو رد کر دیا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لَا يَكْفِيُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
کسی شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی طاقت سے
بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔
(البقرہ ۲: ۲۸۶)

اور حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ جمعۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

الا كل شئ من امر الجاهلية
سنو زمانہ جاہلیت کی ہر چیز (ہر ظالمانہ
تحت قدمی موضوع۔
رستم آج) میرے ان قدموں کے
(اصحیح لمسلم، ۱: ۳۹۷)
نیچے پامال ہے۔

پس اس دوسرے معنی کی رو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہر شخص اپنے عمل کا جوابدہ ہے کسی اور کے عمل کی اس پر ذمہ داری نہیں ہوگی۔

تیسرا معنی: نیت پر عمل کا دار و مدار

اس آیت کے تیسرے معنی کو بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے۔ قاضی ثناء

اللہ پانی پتی ” فرماتے ہیں کہ ”یہاں پر ”ماسعی“ سے مراد انسان کی کوشش ہے اور کوشش کا انحصار اس کی نیت پر ہوتا ہے۔“ حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ چنانچہ جس نے ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کی تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس مقصد کے لئے اس نے ہجرت کی۔

انما الاعمال بالنیات و انما لامرئ ما نوى فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔

(صحیح البخاری ۲:۱۴)

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان جس کام کو کرنے کی نیت کرے گا اس نیت کا اس کو پھل مل جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ہماری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہمارے مال و دولت کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظر تو ہمارے دلوں پر ہوتی ہے کہ عمل کے دوران ہماری نیت کیسی ہے۔ نیت اچھی ہو تو وہ شخص کتنا غریب ہی کیوں نہ ہو وہ عرش کے سایہ میں بٹھا دیا جائے گا اور اگر نیت بد ہو تو چاہے وہ شخص کتنا بڑا مالدار ہی کیوں نہ ہو ذلت کے گڑھے میں گر ادیا جائے گا۔ ہر عمل کا دار و مدار اس کی نیت پر ہے اس لئے فرمایا کہ آدمی جو نیت کرتا ہے اس کا پھل پالیتا ہے۔ جس شخص نے اپنا وطن اپنا کاروبار اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر چھوڑا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے اپنے عمل کا پھل پالیتا ہے اور جس نے اپنا گھر بار دنیا کے حصول کی خاطر چھوڑا اسے اس کے عمل کا اجر دیا جائے گا اور

جس نے کسی عورت کی تلاش میں اپنا گھربار چھوڑا اسے اس کی نیت کا پھل دیا جائے گا۔
یعنی اگر نیکی کی نیت کرے گا تو ثواب پائے گا۔ اور اگر برائی کی نیت کرے گا تو اس کا بدلہ
بھی مل جائے گا۔

حسد ایک لعنت

جو دوسرے کا برا سوچتا ہے اسی کا برا ہوتا ہے اس لئے کسی سے حسد، بغض اور
عناد رکھنا یا کسی کی اچھائی یا بلندی اور عزت و عظمت پر یا کسی کے مال و دولت یا علم و فضل
پر حسد کرنا حسد کو تو عمر بھر حسد کی آگ میں جلاتا ہے مگر جس سے حسد کیا جائے گا اس
کا کچھ نہیں بگڑتا۔ خدا کی ذات اپنے دست قدرت سے اس کو حسد کی شر سے محفوظ
رکھے گی۔ بہت سے لوگ نیک اعمال کرتے ہیں۔ اچھائیاں کرتے ہیں، بھلائیاں کرتے
ہیں اور یوں اچھائیوں اور بھلائیوں کے انبار ان کی زندگیوں میں لگ جاتے ہیں۔ وہ
سمجھتے ہیں کہ شاید ہم بہت نیکو کار ہو کر دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ کوئی برائی نہیں
کی لیکن بد قسمتی سے ان کے دلوں میں دوسروں کے خلاف حسد اور بغض ہوتا ہے لہذا
حسد کی بنا پر ان کی نیکیوں کے سارے پہاڑ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ وہ تہجدیں، تسبیح و
تہلیل اور ساری نیکیاں بھی گنیں اور کوئی فائدہ بھی نہ ہوا۔

ہمیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا ہو گا کہ کہیں ہمارے من دوسروں
کے لئے حسد کی لعنت میں مبتلا تو نہیں۔ اگر اپنے من کو ٹٹولیں تو ہمیں اندر کا انسان بتا
دے گا کہ کس کس کے لئے ہم جلتے ہیں اور کس کس کے لئے ہم مخلص ہیں۔ ہر کوئی
دوسروں کو دعا تو دیتا ہے مگر دعا دینے والے اپنے اندر کے انسان کا محاسبہ بھی کریں
کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ زبان سے دکھلاوے کی دعا کر رہا ہے۔ لہذا اپنی نیت کو ہمیشہ پاک
رکھنا چاہئے اور ہر شخص کے لئے اچھا سوچنا چاہئے کیونکہ جو اللہ کی مخلوق کے لئے اچھا

سوچتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے اچھا سوچتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الخلق عيال الله فاحبهم الى الله
 انفعهم لعياله۔
 (یہ ساری) مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ
 کو اس کنبے میں سے وہ بندہ زیادہ پسند
 ہے جو اس کے کنبے کو فائدہ دینے والا
 (مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۳۳۱۵)

ہے۔

لہذا آیت کریمہ کا تیسرا معنی یہ ہوا کہ کوئی شخص کوئی بھی عمل جس نیت سے کرتا ہے اسے اس کی نیت کا پھل مل جاتا ہے۔ نماز، روزہ اور کثرت عبادت اگر حق بندگی ادا کرنے کی نیت سے ہوگی تو اس کا اجر ملے گا اور اگر نمازی، پرہیزگار اور عبادت گزار کہلانے کی نیت سے ہوگی تو ریاکاری تصور ہوگی اور اسے اس پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔

چوتھا معنی: عدل کا اصول

اس معنی کے لحاظ سے اس میں اللہ کا اصول عدل بیان ہوا ہے۔ اللہ کا یہ نظام قدرت دو اصولوں پر چلتا ہے۔ ایک اس کا اصول عدل ہے اور دوسرا اصول فضل ہے۔ اصول عدل ہر ایک کے لئے یکساں ہے اور اسی اصول کو یکسانیت کے ساتھ چلانا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے رکھا ہے اور فضل کا اصول یہ ہے کہ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں۔

عدل پر ہر کسی کا حق ہے اور عدل کے مقام پر انسان اللہ کے لئے کود پڑتا ہے مگر محبت اور پیار کے مقام میں اپنی غلط فہمی کے باعث کوئی شے اس کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ سوال کر سکتا ہے اور اللہ کی طرف سے اس کو ایمان عطا کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ اس کا

حق ہے۔

اصول عدل یہ ہے کہ انسان جو محنت کرے گا اس کا پھل ضرور پائے گا۔ جس شے کے لئے محنت نہیں کرے گا اس کا پھل نہیں ملے گا۔ یہ اللہ کا نظام عدل ہے لہذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ لوگو! اگر تم نے محنت کی تو اس محنت کے پھل کی توقع رکھنا اور اگر کسی کام کے لئے تم نے محنت نہ کی تو اس کے پھل کے لئے توقع اور امید نہ رکھنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ط
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط
(النساء، ۳۴: ۳۲)

مردوں کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ
محنت کریں اور عورتوں کے لئے بھی
وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ محنت
کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگو! دوسروں کو خوشحال زندگی بسر کرنا دیکھ کر حسد کی آگ میں نہ جلا کرو۔ ان کو یہ نعمت میں نے دی ہے اور یہ ان کی محنت کا ثمر ہے۔ تم جلنے کی بجائے محنت کرو تمہیں بھی ساری کائنات کی پست و بالا کی بلندیاں عطا کر دی جائیں گی لیکن اگر تم محنت ہی نہ کرو، کوشش ہی نہ کرو تو تمہیں بلندی عطا نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا O
(الفتح، ۳۸: ۲۳) کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی O

اصول فضل کے تحت استثنا

اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کے ساتھ عدل کرتا ہے۔ اگر وہ کسی کے ساتھ فضل کا معاملہ کرے تو یہ اس کی مرضی ہے اس سے کوئی

سوال نہیں کر سکتا۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اصول تخلیق میں استثنائی صورت

انسان کو پیدا کرنے میں اللہ کا اصول یہ ہے کہ اللہ انسان کو نطفے سے پیدا کرتا ہے اور مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کرتا ہے۔ یہ اللہ کا نظام عدل ہے جو ہر کسی کے لئے یکساں ہے کیونکہ اس کا تخلیق کا ایک پورا ضابطہ ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہا السلام کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پتھر سے پیدا فرمایا حالانکہ کوئی مخلوق پتھروں سے پیدا نہیں ہوتی لیکن چونکہ اصول بھی اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ ہیں لہذا استثناء بھی وہی کرتا ہے۔

۲۔ اصول مسافت میں استثنائی صورت

اصول یہ ہے کہ جو شخص کسی ایک جگہ و مقام پر موجود ہو وہ ہزاروں میل کی مسافت چشم زدن میں طے نہیں کر سکتا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری آصف برخیا نے آنکھ جھپکنے میں ملکہ سبا بلقیس کا تخت لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا یہ استثناء ہے۔

۳۔ سورج کے مقررہ راستے میں تبدیلی

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا
ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا
چلا جاتا ہے۔ یہ اس صاحب قدرت اور
باخبر کا ایک مقرر کیا ہوا اندازہ ہے

(یسین، ۳۶: ۳۸)

یعنی سورج کے راستے مقرر ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے دائیں بائیں نہیں جا

سکتا۔ یہ اللہ کا نظام عدل ہے مگر وہ چاہے تو اپنے سات ولیوں یعنی اصحاب کہف کی خاطر تین سو نو سال تک چڑھتے اور ڈوبتے سورج کا راستہ بدل دے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ
عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا
غَرَبَتْ تَقْرِبُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ
وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ط

(محبوب!) آپ دیکھتے ہیں کہ جو
میرے بندے ہیں ان کو گرمی کی تپش
سے بچانے کے لئے جب سورج چڑھتا
ہے تو غار کی دائیں طرف ہو جاتا ہے
اور جب غروب ہوتا ہے تو غار کی
بائیں طرف ہو جاتا ہے۔

(الکہف ۱۸:۱۷)

یہ بھی استثنا ہے یعنی وہ جس کے لئے چاہے عدل کا اصول اپنالے اور جس
کے لئے چاہے اصول فضل کے تحت اس پر فضل کر دے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط
یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا
فرماتا ہے۔

(المائدہ ۵:۵۴)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بغیر کچھ
کھائے پیئے زندہ رہے۔

اس کے فضل کے حوالے سے کوئی اس سے نہیں پوچھ سکتا کہ باری تعالیٰ!
اس جاگنے والے کو تو نے یہ عطا کیا اور سوئے ہوئے کو تو نے یہ دیا۔ یہ اس کے فضل کے
فیصلے ہیں۔ عدل و انصاف میں کمی بیشی نہیں ہوتی ہر کسی کو اس کی محنت کا صلہ پورا پورا
ملتا ہے لیکن اگر اس کی نظر انتخاب کسی پر پڑ جائے تو عدل میں جاگنے والے کو ایک قدم
بڑھا دیا جاتا ہے مگر فضل پہ آجائے تو سونے والے کو لامکاں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي
إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝
(الشوریٰ ۴۲:۱۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے (راہ حق کے لئے)
منتخب فرما لیتا ہے اور ہر شخص جو اس کی
طرف رجوع کرتا ہے اسے وہ ہدایت
عطا فرماتا ہے ۝

یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میرے عدل کا نظام یہ ہے کہ جو کوئی مجھ تک آنا
چاہتا ہے اس کو اپنا راستہ بتا دیتا ہوں کہ میرے بندے! یہ راستہ میری طرف آتا ہے۔
یوں محنت کر اور رفتہ رفتہ میری طرف بڑھتا چلا آ.....! مگر فضل کرنے پر آ جاؤں تو
سوئے ہوئے کو لا مکاں تک پہنچا دوں۔

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ

کئی جاگن کئی جاگ نہ جان کئی جاگدیاں وی سٹے ہو
کنیاں نوں رب سُنیاں ملیا کئی جاگدیاں وی گئے رتے ہو
جب اس کے فضل کی بارش کا وقت آتا ہے تو کوئی بھی اس سے سوال نہیں
کر سکتا کہ باری تعالیٰ تو کسی کو تو کوہ طور پر فرما دیتا ہے کہ
لَنْ تَرَانِي
تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔

(الاعراف ۷: ۱۳۳)

اور کسی کے لئے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے تو خود پیغام بھیجتا ہے اور پھر
سارے پردے اٹھا کر اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝
پھر صرف دو کمانوں کے برابر یا اس

(انجم، ۵۳: ۹) سے بھی کم فاصلہ رہ گیا O

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے جتنا چاہے عطا کر دے اس کی اپنی مرضی ہے کوئی اس سے سوال نہیں کر سکتا۔

اس معنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن پاک کی اس آیت (لیس للانسان الا ماسعی) کا ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر تعلق رکھا بھی جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ یہ آیت اصول عدل ہی کو بیان کرتی ہے جس کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ انسان جس شے کے لئے محنت کرے گا اس کا پھل ملے گا اور جس شے کے لئے محنت نہیں کرے گا اس کا پھل نہیں ملے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ خود عمل کرے اور پھر اللہ سے کہے کہ یا اللہ یہ محنت تو میری ہے مگر اس کا اجر کسی اور کو دے دے تو یہ اتنی بڑی سخاوت، ایثار اور قربانی کی بات ہے کہ اس کے اخلاص کا یہی عمل اس کی دعا کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

کون کمائی کر کے دوسروں کو دیتا ہے؟ لیکن اگر کوئی جان و مال خرچ کرے، محنت کرے، صدقہ و خیرات کرے اور اپنی توانائیوں کو صرف کرے اور پھر چپکے سے ہاتھ اٹھا کر کہہ دے کہ یا اللہ! یہ جو کچھ میں نے کیا ہے یہ سب کچھ اپنے فلاں بندے کی روح کو بھیج دے۔ یہ ہم حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں اسے قبول فرما۔ یہ اتنی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اللہ پاک اس کی برکت سے تمہیں بھی دے گا اور انہیں بھی دے گا اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ اصول عدل کے مطابق عمل کرنے والے کو بھی برابر اجر تو مل جائے گا لیکن جس کے لئے وہ ایصال کرے اللہ قادر ہے کہ اسے بھی پہنچا دے۔ پس یہ کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کا مسئلہ ایصال ثواب کے ساتھ کوئی تعارض نہیں۔

اعمال صالحہ کا ایصالِ ثواب
احادیث نبوی کی روشنی میں

اللہ رب العزت کی بخشش و عطا کی کوئی حد نہیں، اس کی رحمت کے سمندر کا کوئی کنارہ نہیں وہ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق و مہربان ہے اس کے عفو و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا وہ خدائے رحیم و کریم ہے۔

رب کائنات جو معمولی سی قربانی کو بھی رایگاں نہیں جانے دیتا، ایک دانہ کسی کو دیتے ہو تو وہ سات سو (۷۰۰) دانے بنا دیتا ہے۔ جب ایک عمل کر کے تم کسی کو دو گے تو وہ تمہیں بھی عطا کرے گا اور اسے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جا بجا ایصال ثواب کی تلقین فرمائی۔ تاجدار کائنات ﷺ کے ارشادات گرامی میں سے چند ایک ذیل میں دیئے جا رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ ایصال ثواب ثابت شدہ مسئلہ ہے۔ اس کو متنازعہ بنانا محض جہالت ہے اور جہالت کا کوئی علاج نہیں۔

۱- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ

ان رجلا قال للنبي ﷺ ان امي
افتلت نفسيها و اظنها لو تكلمت
تصدق فهل لها اجر ان تصدقت
عنها قال نعم۔
(صحیح البخاری، ۱: ۱۸۶)

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے
عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو
گئیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات
کر سکتیں تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں ان
کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا
ان کو اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا
ہاں۔

۲- عن عبد الله بن عمرو قال قال
رسول الله ﷺ اذا تصدق احدكم
بصدقة تطوعاً فيجعلها عن ابويه

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب
کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو

اپنے والدین کی طرف سے کر دے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر سے بھی کچھ کمی نہیں ہوتی۔

فيكون لها اجرها ولا ينقص من اجره شيئاً۔

(شرح الصدور، ۱۲۹۔)

بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

۳۔ حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب اہل خانہ میں کوئی اپنے فوت شدہ عزیز کے لئے صدقہ و خیرات کر کے ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کے اس ثواب کا تحفہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک خوبصورت تھال میں رکھ کر اس قبر والے کے سر ہانے جا کر پیش کرتے ہیں کہ تیرے فلاں عزیز نے یہ ثواب کا تحفہ بھیجا ہے تو اسے قبول کر۔ وہ شخص اسے قبول کر لیتا ہے۔ وہ اس پر خوش ہوتا ہے اور دوسرے قبر والوں کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے پڑوسیوں میں سے جن کو اس قسم کا کوئی تحفہ نہ ملا ہو وہ غمگین ہوتے ہیں۔

ما من اهل بيت يموت منهم ميت فيتصدقون عنه بعد موته الا اهداها اليه جبرئيل عليه السلام على طبق من نور ثم يقف على شفير القبر فيقول يا صاحب قبر العميق هذه هدية اهداها اليك اهلك فاقبلها فيدخل عليه فيفرح بها و يستبشر و يحزن جيرانه الذين لا يهدى اليهم شيى (المعجم الاوسط للطبرانی، ۷: ۲۶۰ ج: ۶۵۰۰)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے کی طرح ہے جو اپنے ماں باپ، بھائی یا کسی دوست کی دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اسے دعا پہنچتی ہے تو اسے دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بے شک اہل دنیا کی دعا سے اللہ تعالیٰ اہل قبور کو پہاڑوں کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ مردوں کے لئے زندوں کا بہترین تحفہ ان کے لئے استغفار اور صدقہ کرنا ہے۔

۴- عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ما الميت في قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظره دعوة من أب أو أم أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه عن الدنيا وما فيها وان الله ليدخل على اهل القبور من دعاء أهل الدور، أمثال الجبال، وأن هدية الأحياء للاموات، الاستغفار لهم، والصدقة عنهم۔
(فردوس الاخبار للديلمی، ۳: ۳۹۱۔)

(ج ۲، ۶۶۶۳)

ایک روایت میں حضور نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی کہ جب بھی نفلی عبادت کیا کرو تو اپنے والدین اور بزرگوں کو بھی اس کے ثواب میں شامل کرو۔ اس سے تمہارے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔ ذیل میں ہم چند ایسی روایات بیان کریں گے جن میں اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل صالح میں کس طرح دوسرے کو شامل کر سکتا ہے۔

۱- کسی غیر کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

۵- ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسجد عشر جو بصرہ کی ایک بستی ابلہ میں واقع ہے سے ایسے شہیدوں کو

اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔ ایک وفد وہاں جانے لگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس وقت حرم کعبہ میں تھے اور وہ نہیں جاسکتے تھے لہذا آقائے دو جہاں ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے جو مسجد عشر میں میرے لئے دو چار رکعتیں پڑھے اور پڑھ کر کہے کہ

ہذہ لابی ہریرۃ۔ یہ (دو نفل) حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے

(سنن ابی داؤد، ۲: ۲۴۴) ہیں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا یہ جائز عمل ہے۔ بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

۲- روزے کا ایصالِ ثواب

۶- نفل نماز کی طرح نفل روزہ کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے شرعاً یہ امر جائز ہے۔ امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة زوج النبی ﷺ قال ان رسول اللہ ﷺ قال من مات و علیہ صیام صام عنہ ولیہ ہذا اسناد صحیح۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے (یعنی روزوں کا فدیہ دے) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دارقطنی، ۲: ۱۹۵)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میری بہن فوت ہو گئی اور اس پر روزے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس پر قرضہ ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیگی کا زیادہ حقدار ہے۔

۷- عن ابن عباس قال جاء امرأة الى النبي ﷺ فقالت ان اختي ماتت و عليها صوم قال لو كان عنها دين اكنت تقتضيه؟ قالت نعم قال فحق الله احق (سنن دار قطنی، ۲: ۱۹۵)

۳- حج کا ایصال ثواب

فوت شدہ کی طرف سے حج ادا کرنے کے بارے میں صحیح بخاری میں

حضرت ابن عباسؓ سے درج ذیل حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جھینہ کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اس کی طرف سے حج کرو۔ یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ (اس نے کہا ہاں،

۸- عن ابن عباس ان امرأة عن جهينة جأت الى النبي ﷺ فقالت ان امي نذرت ان تحج حتى ماتت افاحج عنها قال نعم حجى عنها ارايت لو كان على امك دين اكنت قاضية اقضوا الذي له فان الله احق بالوفاء۔

(صحیح البخاری، ۱: ۲۵۰)

آپ ﷺ نے فرمایا پھر) اللہ کا قرض
(بھی) ادا کرو کیونکہ وہ ادا کئے جانے کا
زیادہ حقدار ہے۔

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے دلیل بھی عطا کر دی کہ کوئی کسی کی
طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض ادا ہو جاتا ہے تو نیکی کا عمل
کیوں نہیں ادا ہو سکتا۔

۹- والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان فرماتے
ہوئے تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا:

من حج عن والديه بعد وفاتهما
كتب الله له عتقا من النار۔

جس نے اپنے والدین کے انتقال کے
بعد ان کی طرف سے حج کیا اللہ تعالیٰ
اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے
(شرح الصدور: ۱۲۹۔)

بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان) گا۔

یہ بہت بڑی صلہ رحمی اور بہت بڑی خدمت ہے کہ اولاد والدین کی
طرف سے حج کا فریضہ ادا کرے اور دیگر صدقات وغیرہ بھی والدین کی طرف سے ادا
کرے۔

۴- قربانی کا ایصال ثواب

۱۰- حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عمر بھر کم و بیش ہر سال
دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی
امت کی طرف سے اور قربانی دیتے ہوئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے

اللهم تقبل من محمد و آل محمد و من امة محمد۔
 اور امت محمد ﷺ کی طرف سے اس
 قربانی کو قبول فرما۔
 (سنن ابی داؤد، ۲: ۳۰)

آپ ﷺ کی اس کرم نوازی کی وجہ سے اب تاجدار کائنات ﷺ کا ایک
 حق امت پر یہ بھی ہے کہ جو لوگ صاحب ثروت ہیں انہیں چاہیے کہ جب کبھی قربانی
 دیں تو ایک قربانی آقائے دو جہاں ﷺ کی طرف سے بھی کریں تاکہ کم از کم سنت
 رسول ﷺ پر عمل ہو سکے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے توفیقاً تک جو امت ابھی
 پیدا نہیں ہوئی تھی کی طرف سے بھی قربانی کی۔ گویا ہم میں سے ہر فرد کی طرف
 سے آقائے دو جہاں ﷺ قربانی ادا فرماتے تھے۔

۱۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمر بھر دو قربانیاں دیتے رہے۔ ان سے پوچھا
 گیا کہ آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

ان رسول اللہ ﷺ اوصانی ان
 اضحیٰ عنہ فانا اضحیٰ عنہ۔
 رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی
 تھی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے
 قربانی کیا کروں۔ پس میں آپ کی
 طرف سے قربانی کرتا ہوں۔
 (سنن ابی داؤد، ۲: ۲۹)

۵۔ تلاوت قرآن مجید کا ایصال ثواب

کلام الہی کی بڑی فضیلت اور شان ہے، تلاوت قرآن مجید کی وجہ قاری کو یک
 ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں مل جاتی ہیں۔ تو جو شخص تلاوت کا ثواب کسی
 دوسرے کو پہنچاتا ہے، اللہ رب العزت اس کا ثواب دوسروں کو دیتا ہے اور پڑھنے
 والے کو بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

۱۲- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ
ان رسول اللہ ﷺ قال من
دخل المقابر فقرأ سورة يسين
خفف الله عنهم و كان له بعدد
من فيها حسنات۔
(شرح الصدور: ۱۳۰)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص
قبرستان میں گیا اور سورہ یسین تلاوت
کی تو اللہ تعالیٰ اہل قبور پر عذاب میں
تخفیف فرمادے گا جبکہ پڑھنے والے کو
بھی اس کے اندر جتنی نیکیاں ہیں مل
جائیں گی۔

۱۳- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

سمعت النبي ﷺ يقول اذا
مات احدكم فلا تجسوه و
اسرعوا به على قبره واليقراء
عند راسه فاتحه الكتاب و عند
رجليه بخاتمه البقره في قبره۔
(شعب الایمان للبیہقی ۷: ۱۶)
ح ۹۲۹۳

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے
سنا جب تم میں سے کوئی مر جائے تو
اسے روک نہ رکھو بلکہ اسے قبر کی
طرف جلدی لے جاؤ اور اس کی قبر پر
اس کے سر کی جانب سورہ فاتحہ اور
اس کی پانکتی کی جانب سورہ بقرہ کی
آخری آیات پڑھی جائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح اشعۃ اللمعات میں اس
حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
و اختلاف کردہ اندر گردانیدن
ثواب قرآن برائے میت و
وصول ثواب آن بدوقول و
میت کے لئے قرآن کا ایصال ثواب
کرنے اور اسے ثواب پہنچنے میں علماء
کا اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ

صحیح وصول اوست۔ ثواب پہنچتا ہے۔

پھر آگے اسی مقام میں قبر پر قرآن خوانی کے جواز کے حوالے سے

فرماتے ہیں

و مکروه نیست قرات قرآن بر
قبر و هو الصحيح ذکره شیخ
ابن الہمام۔
اور قبر پر قرآن پڑھنا مکروه نہیں
ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ ابن
الہمام نے ذکر کیا ہے۔

(اشعة اللمعات، ۱: ۶۹۷)

۶۔ تسبیح و تکبیر کا ایصال ثواب

۱۴۔ عن جابر بن عبد اللہ قال
خرجنا مع رسول اللہ یوما الی
سعد بن معاذ حین توفی فلما
صلی علیہ رسول اللہ ﷺ و
وضع فی قبرہ و سوی علیہ سبح
رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلاً
ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ
ﷺ لم سبحت و کبرت قال لقد
تضایق علی هذا العبد الصالح
قبرہ حتی فرج اللہ عز و جل عنہ
(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۳۶۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی
ہے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ فوت
ہو گئے تو ہم حضور ﷺ کے ساتھ ان
کی طرف گئے۔ جب حضور نبی
اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی
اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا
اور قبر کو برابر کر دیا گیا تو آپ ﷺ
نے تسبیح فرمائی۔ پس ہم نے بھی طویل
تسبیح کی۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر
فرمائی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ اس پر
عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ نے

تسبیح و تکبیر کیوں فرمائی؟ ارشاد ہوا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی۔ ہم نے تسبیح و تکبیر کی یہاں تک کہ اللہ نے اس پر فراخی فرمادی۔

۷۔ پانی کا کنواں ایصالِ ثواب کا باعث

۱۵۔ روایات میں ہے کہ:

حضرت سعد بن عبادہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ سعد کی والدہ فوت ہو گئیں۔ پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا۔ انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ (کنواں) سعد کی ماں کے لئے ہے۔

عن سعد بن عبادہ انه قال يا رسول الله! ان ام سعد ماتت فاي صدقة افضل قال الماء فحفر بئراً و قال هذه لام سعد (سنن ابی داؤد، ۱: ۳۴۳)

کنواں کھدوانے کا حکم سرکارِ مدینہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس لئے دیا کہ اس وقت مدینے میں بیٹھے پانی کی قلت تھی اور بیٹھاپانی مسلمانوں کو نہیں ملتا تھا۔ میلوں کا سفر کر کے چھوٹی چھوٹی مشکیں پانی کی بھر کے لائی جاتی تھیں۔ اس دوران حضرت عثمان بن عفانؓ نے بیٹھے پانی کا ایک کنواں ایک یہودی سے خرید کر وقف کر دیا جس سے مسلمانوں کو آسانی ہو گئی۔

ان احادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ جن کے والدین بزرگ اور عزیز و اقارب وصال کر چکے ہیں وہ بعد از انتقال ان کی خدمت کس طرح بجالا سکتے ہیں۔

والدین کے اولاد پر بڑے احسانات ہیں۔ بعد از وصال ان کو یاد رکھنا اور ان کے احسان کا بدلہ احسان سے چکانا اولاد کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ایصالِ ثواب کی صورت میں ہی نبھائی جاسکتی ہے۔

آج کے دور میں بھی لوگ اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے مسجدوں میں، عوامی گذرگاہوں پر اور جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کے لئے الیکٹرک واٹر کولر اور سبیلیں لگاتے ہیں یہ عمل صالح باعث ایصالِ ثواب ہے اور اس کی اصل یہی حدیث پاک ہے۔

۸- میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر ایسا شخص لایا جاتا جو قرض چھوڑ کر مرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کیا اس نے ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر کہا جاتا جی ہاں! اس نے چھوڑا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھتے ورنہ صحابہ کرام سے فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا میں مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں لہذا جو مسلمان

۱۶- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتی بالرجل المتوفی علیہ الدین فیقول هل ترک لدینہ من قضاء فان حدث انه ترک وفاء صلی علیہ والا قال للمسلمین صلوا علی صاحبکم فلما فتح اللہ علیہ الفتوح قام فقال انا اولی بالمؤمنین من انفسہم فمن توفی من المؤمنین و ترک دینا فعلى قضاء ہ ومن ترک مالا فهو لوراثتہ قال ابو عینیسی هذا

حدیث حسن صحیح۔

قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے اس کی
ادا یگی میرے ذمہ ہے اور اگر مال چھوڑ
کر فوت ہو جائے تو وہ اس کے ورثاء
کے لئے ہے۔

(جامع الترمذی ۱: ۱۷۱)

(امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث
حسن صحیح ہے۔)

روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے جنازہ لایا گیا۔
چونکہ وہ شخص مقروض تھا لہذا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کا قرض
اتارے۔ کسی صحابی نے وعدہ کیا اور آپ ﷺ نے جنازہ پڑھا۔ معلوم ہوا کہ دوسرے
کے عمل کا ثواب پہنچا ہے کیونکہ میت خود تو قرض ادا نہیں کر رہی بلکہ اس کی طرف
سے ادا کیا جا رہا ہے۔

۹۔ پھلوں کے باغ کا ایصال ثواب

۱۷۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ
حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہو
گئیں اور وہ موجود نہ تھے۔ انہوں نے
عرض کیا یا رسول اللہ! میں غائب تھا اور
میری والدہ فوت ہو گئیں۔ اگر میں ان
کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا
ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا

عن ابن عباس ان سعد بن عبادہ
توفیت امہ وهو غائب عنها فقال
یا رسول اللہ! ان امی توفیت وانا
غائب عنها اینفعها شیئی ان
تصدقتم بہ عنها قال نعم قال فانی
اشهدک ان حائطی المخراف
صدقہ علیہا۔

(صحیح البخاری ۱: ۳۸۶) ہاں۔ انہوں کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

۱۰۔ غلام کی آزادی برائے ایصالِ ثواب

حضور نبی اکرم ﷺ نے غلاموں کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی طرف سے رہا کرنے کی بھی تلقین فرمائی لہذا روایات میں آتا ہے کہ:

۱۸۔ حضرت محمد باقرؑ بیان فرماتے ہیں کہ حسنین کریمینؑ نے اپنے والد گرامی حضرت علیؑ کی طرف سے ایک غلام آزاد کیا تاکہ ان کی روح کو ثواب پہنچے۔

(شرح الصدور: ۱۲۹)

۱۹۔ حضرت قاسم بن محمدؑ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؑ نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؑ کی طرف سے ایک غلام آزاد کیا۔ (ایضاً) سنت مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ اپنے والدین، بزرگ، اساتذہ اور عزیز و اقارب کی بخشش و مغفرت اور بلندی درجات کے لئے ایصالِ ثواب کے جائز طریقوں میں سے جو بھی طریقہ اپنایا جائے وہ درست ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور نفع پہنچاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہماری طرف سے نیکی اور بھلائی کے مستحق بھی سب سے زیادہ یہی لوگ ہیں جو ہم سے پہلے مہلت عمل ختم کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اگرچہ موت کے ساتھ نامہ اعمال تو بند ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور اس کی رحمت گنہگار بندوں کی بخشش کے بہانے تلاش کرتی رہتی

ہے۔

ایصالِ ثواب کے جائز طریقے
اور مروجہ افراط و تفریط

ذیل میں ہم افراط اور تفریط کی نشاندہی کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کی مختلف صورتوں کی صحیح شرعی شکل کو بیان کریں گے۔

یاد رہے کہ ہر دور کی امت اور ملت میں دو طرح کی خرابیاں بنیادی طور پر موجود رہی ہیں۔

۱- افراط ۲- تفریط

قرآن مجید نے اعتدال اور توازن کو حق کی علامت قرار دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی امت بھی امت وسط ہے یعنی اعتدال اور توازن کی راہ پر چلنے والی امت ہے۔ اس اعتدال میں زیادتی کی جائے، ناجائز اضافے کئے جائیں تب بھی گمراہی، ضلالت، بگاڑ اور خرابی کے پیدا ہونے کا امکان ہے اور اس کے اصل محل سے اسے گھٹایا جائے، اس میں کمی کی جائے اور اس کے بعض معاملات کا انکار کیا جائے تو اس سے بھی شرعی تعلیمات میں خرابی، بگاڑ، گمراہی اور ضلالت پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید کی سورہ فاتحہ میں جہاں انسان کو راہ ہدایت طلب کرنے کے لئے جس دعا کی تلقین کی ہے وہاں فرمایا کہ اللہ کے بندے! تو یہ دعا کر کہ:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝
ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝
راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

(الفاتحہ، ۱: ۵)

قرآن مجید نے سیدھی راہ اور راہ ہدایت کو معین، مشخص اور متشکل کر دیا۔ اس صورت میں جبکہ قرآن و سنت کی راہ کی نسبت جب ہر کوئی دعویٰ کر رہا ہو کہ میں راہ حق پر ہوں، میں قرآن و سنت کی راہ پر ہوں اور الجھاؤ پیدا ہو جائے تو قرآن مجید نے اس الجھن کا حل بتا دیا۔ فرمایا تم صرف اپنی عقل و خرد سے فیصلہ نہ کیا کرو، خود کسی نتیجہ پر

اپنی خواہش نفس اور اپنی خود ساختہ غلط اور بے معنی قیاس آرائیوں کی بنا پر پہنچنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ فرمایا:

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝
سو تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔

(النحل، ۱۶: ۴۳)

اہل ذکر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو علم و عرفان کا چشمہ بنا دیا ہے کیونکہ سیدھی راہ وہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ، نیکو کار، برگزیدہ انبیاء، صدیقین، شہداء، اولیاء اور صالحین تسلسل سے چلتے آ رہے ہیں۔

اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں لیکن ان میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ صراط مستقیم یعنی نیکو کار، برگزیدہ بندوں کی راہ وہ راہ ہے جس پر شیطان حملہ آور ہونے کا گمان بھی نہیں کر سکتا حالانکہ اس نے بارگاہ رب العزت میں ہر فرد بشر کو اس کی راہ ہدایت سے بھٹکا دینے کی قسم کھائی اور کہا:

فَبِعِزَّتِكَ لَا تُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا
تیری عزت کی قسم میں ان سب کو
ضرور گمراہ کروں گا ۝ سوائے ان میں
سے تیرے مخلص بندوں کے ۝
(ص، ۳۸: ۸۲-۸۳)

المخلصین سے مراد وہ لوگ ہیں جو نفس کے چنگل سے آزاد ہو چکے ہیں اور ولایت و معرفت اور روحانیت کی راہ پر ثابت قدمی سے چل رہے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ باری تعالیٰ میں ہر کسی پر حملہ کروں گا، ہر کسی کو گمراہ کرنے کی سعی کروں گا اور کامیابی بھی حاصل کروں گا لیکن جو تیرے محبوب ولی اور تیرے برگزیدہ بندے ہیں ان کی راہ پر حملہ کرنے کا بھول کر بھی گماں نہ کروں گا۔ انہیں گمراہ نہ کر سکوں گا۔ اس لئے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا لوگو! راہ ہدایت کا خود اپنی دانست سے تعین کرنے کی بجائے خاموشی سے میرے مقبول بندوں کے نقش قدم پر چلتے آؤ کیونکہ اپنی دانست سے تعین کردہ راہ میں شیطان کے حملہ سے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ میرے برگزیدہ بندوں کا دامن تھام لو، جس راہ پر وہ چل دیئے ہیں وہاں شیطان حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ جس طرح وہ شیطان کے دست تذل سے بچ گئے اسی طرح تم بھی شیطان کی گمراہیوں سے بچ جاؤ گے کیونکہ نیک لوگوں کی راہ اعتدال اور توازن کی راہ ہے۔ یہی حق و ہدایت کی راہ ہے اس لئے ساتھ ہی فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ باری تعالیٰ! ان کی راہ نہیں جن پر تیرا غضب ہو اور نہ ان کی راہ جو گمراہ ہوئے۔“

ناجائز اضافوں سے بھی دین خراب ہوتا ہے اور ناجائز کمی سے بھی دین خراب ہوتا ہے اس لئے فرمایا باری تعالیٰ ہمیں اعتدال کی راہ دکھا، سیدھی راہ دکھا۔ ہمیں اس راہ پر نہ چلا جس میں افراط ہے اور نہ اس راہ پر چلا جس میں تفریط ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں ان دو شرائط کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک طبقہ سے مراد جن پر غضب ہوا یہودی ہیں اور دوسرا طبقہ جو گمراہ ہوا اس سے مراد عیسائی ہیں اور اس کی وضاحت یوں کی کہ ایک افراط کا شکار ہو گیا اور اصل دین میں اضافے کرنے لگا۔ ایک طبقہ تفریط کا شکار ہو گیا اور وہ اصل دین میں کمی کرنے لگا۔

آج امت مسلمہ میں بھی دو طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ مقام افسوس یہ ہے کہ اس امت کا ایک دھڑا ایک طرف زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے اور دوسرا دھڑا دوسری طرف زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہمارے اندر کچھ لوگ وہ ہیں جو شریعت کے اندر ہی یا تو افراط کرتے ہیں، زیادتی سے کام لیتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تفریط

کرتے ہیں یعنی کمی سے کام لیتے ہیں۔ تفریط کرنے والا شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ صرف افراط کرنے والا گمراہ ہے اور افراط کرنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ صرف تفریط کا مرتکب گمراہ ہے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ زیادتی کرنا اور کمی کرنا دونوں گمراہی کا سبب ہیں۔ اللہ رب العزت نے جس راہ کو راہ ہدایت قرار دیا وہ راہ اعتدال و توازن ہے اور اسلام بھی معتدل اور متوازن دین کا نام ہے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم ایصالِ ثواب کے مسئلے پر غور کرتے ہیں تو یہاں بھی ایصالِ ثواب کے جائز طریقوں میں ہمیں افراط و تفریط کی دونوں صورتیں کثرت کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کی بطور نمونہ نشاندہی کی جا رہی ہے تاکہ صحیح صورت واضح ہو جائے۔

۱۔ ایصالِ ثواب کے مروجہ جائز طریقے:

۱۔ پہلا طریقہ: ایصالِ ثواب کا سب سے پہلے مسئلہ اس وقت آتا ہے جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جاتا ہے۔ ہمارا کوئی عزیز، کوئی بزرگ، کوئی چھوٹا یا بڑا شخص انتقال کر جاتا ہے تو پھر اس کے انتقال کے بعد تین روز تک تعزیتی نشست کرتے ہیں اور تعزیتی نشست کا تین روز تک اہتمام کرنا سنت ہے لہذا یہ غلط فہمی بھی ذہنوں میں نکل جائے کہ تعزیت کے لئے بیٹھنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ سنت ہے اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث کی روایت ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت

عن عائشة قالت لما جاء النبي صلی اللہ علیہ وسلم قتل ابن حارثہ و جعفر و ابن رواحہ جلس يعرف فيه الحزن و انا انظر من صائر

الباب یعنی شق الباب۔

(صحیح البخاری، ۱: ۱۷۳)

کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ (مسجد
میں ان کی تعزیت کے لئے)
تشریف فرما ہو گئے۔ اس وقت
آپ ﷺ میں غم کی علامت نمایاں
تھی اور میں دروازے کے شگاف
سے دیکھ رہی تھی۔

صحابہ کرام بھی تین دن تک تعزیت کرتے تھے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ
نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع فرمایا سوائے اس عورت کے کہ جس کا
شوہر فوت ہو جائے تو وہ عدت کے ایام (۳ ماہ ۱۰ دن) میں سوگ منائے۔

ارشاد گرامی ہے:

حضرت امام عطیہؒ سے مروی ہے کہ نبی
کریم ﷺ نے فرمایا عورت تین دن
سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے اپنے
فوت شدہ شوہر کے کہ اس کا سوگ

عن ام عطیة ان النبی ﷺ قال لا
تحد المرأة فوق ثلث الاعلی
زوج فاتها تحد علیہ اربعة اشهر و
عشرًا۔

(سنن ابی داؤد، ۱: ۳۲۲) چارہ ماہ دس دن منایا جائے۔

ہمارے ہاں معمول یہ ہے کہ تیسرے دن تعزیت کے اختتام کے وقت ہم
ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن خوانی کرتے ہیں، صدقہ و خیرات کرتے ہیں
اور اس کو قل خوانی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کو دعائے خیر کا نام دیتے ہیں۔ اس کو
قل خوانی کہہ لیجئے یا دعائے خیر کہہ لیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں نام جائز
ہیں۔ بد قسمتی ہماری یہ ہے کہ ہم اصل مسئلہ سے صرف نظر کر کے ناموں پر ہی

دن کا فساد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ قل خوانی سے مراد میت کے ایصالِ ثواب کے لئے ختم قرآن کی تقریب سعید کا اس طرح اہتمام کرنا کہ میت کے عزیز و اقارب اور دوست احباب اکٹھے ہو کر تلاوت کلام مجید کریں اور آخر میں قرآن مجید کے چاروں قل سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ الفلق، سورہ الناس، سورۃ الفاتحہ اور سورہ بقرہ کی مخصوص آیتوں کی تلاوت کی جائے اسی تقریب قرآن خوانی کو ختم شریف کہتے ہیں اور ختم قرآن کے موقع پر اس طرح کے اجتماع کا اہتمام کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام، تابعین اور اکابرین امت کا معمول رہا ہے امام نووی شارح صحیح مسلم بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی داؤد نے حضرت قتادہؓ جو جلیل القدر تابعی ہیں سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

کان انس بن مالک اذا ختم
القرآن جمع اہله و دعاء له۔
(کتاب الاذکار للنووی، ۹۷)

حضرت انس بن مالک جب قرآن
پاک ختم کرتے تو اپنے اہل عیال کو
جمع کرتے اور دعا فرماتے۔

امام نووی نے اسی باب میں مزید اکابرین کا بھی ذکر کیا ہے جن کے ہاں ختم قرآن کا اجتماعی طور پر اہتمام اور اس موقع پر دعا کرنے کا معمول تھا۔ حضرت انسؓ کے ہاں تو ختم قرآن کے اہتمام کی یہ حالت تھی:

عن ثابت البنانی قال کان انس
بن مالک اذا اشفی علی ختم
القرآن باللیل، بقی منہ شیا حتی
یصبح فیجمع اہله فیختمہ
معہم۔

حضرت ثابت البنانی فرماتے ہیں کہ
حضرت انس بن مالک رات کو قرآن
مجید ختم کرنا شروع کرتے تو کچھ حصہ
صبح تلاوت کرنے کے لئے چھوڑ
دیتے جب صبح ہوتی تو ان کے اہل و

(سنن دارمی ۴:۳۳۶) عیال اکٹھے ہو جاتے بس آپ ان کے ساتھ قرآن پاک کا ختم فرماتے۔

ایک اور روایت ہے کہ:

من قراء القرآن ثم دعا امن علی دعائه اربعة آلاف ملك۔
جو قرآن پاک ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آئین کہتے ہیں

(سنن دارمی ۴:۳۳۷)

جبکہ دعائے خیر سے مراد مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دعائے خیر کرنا ہے۔ اب ان دونوں اصطلاحات میں کونسا پہلو شریعت کے خلاف ہے۔ جو نام چاہیں استعمال کریں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی نام تجویز نہیں کیا۔

۲۔ دوسرا طریقہ

ایصال ثواب کی ایک صورت یہ ہے کہ میت کے دفن کے ساتویں روز تک یا جمعرات کو صدقہ و خیرات اور ختم قرآن پاک کے ذریعہ ایصال ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ صورت بھی شرعاً جائز ہے اور امر مستحسن ہے کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں اور میت کی روح اپنے گھروں کا چکر لگاتی ہے کہ اس کے عزیز واقارب اس کے لئے کس طرح ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی روایات میں ہے کہ میت ساتویں روز تک آزمائش میں مبتلا رہتی ہے۔ اس لئے دور تابعین میں بھی ساتویں روز تک میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب گردانا جاتا تھا۔

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ بے شک مردے
اپنی قبروں میں سات دن تک
آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں سو وہ
(ان دنوں میں) مردوں کی طرف
سے کھانا کھلانے مستحب سمجھتے تھے

عن طاؤس قال ان الموتی
یفتنون فی قبورهم سبعاً
فکانوا یستحبون ان یطعم
عنہم تلك الايام۔
(شرح الصدور: ۵۷)

پس ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے کھانا کھلانے کا یہ عمل موجودہ دور کی
پیداوار نہیں بلکہ دور تابعین میں بھی اس کا اہتمام ہوتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ المصابیح فرماتے ہیں:

اور مستحب ہے کہ میت کے اس دنیا
سے جانے کے بعد سات دن تک
اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کیا
جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ و
خیرات کرنا اسے فائدہ دیتا ہے اس
سلسلہ میں اہل علم کے درمیان کوئی
اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں
خصوصاً اجادیت صحیحہ وارد ہیں۔
بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کو
صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا
ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا

و مستحب است کہ تصدق کردہ شود از
میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت
روز و تصدق از میت نفع میکند اورا
بے خلاف میاں اہل علم و وارد شدہ
است در اں حدیث صحیحہ خصوصاً و
بعضی از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ
میت مگر صدقہ و دعا و در بعض
روایات آمد است کہ روح میت می
آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر
میکند کہ تصدق میکند ازوے یا نہ

(اشعۃ اللمعات ۱: ۷۱۶)

ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے (اس کے گھر والوں میں سے) کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔

۳۔ تیسرا طریقہ

جمہور مسلمانوں کے ہاں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ وہ اپنے والدین اور بزرگوں کی وفات کے ۴۰ ویں روز ان کے ایصالِ ثواب کے لئے خصوصی طور پر محافل اور صدقہ و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں یہ جائز ہے اگرچہ یہ تعین شرعی نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ اسی دن ہی ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے آگے پیچھے نہیں بلکہ اپنی سہولت کی خاطر کسی دن بھی صدقہ و خیرات کیا جائے اس کا ثواب متعلقہ شخص کو پہنچ جائے گا مگر دن کا یہ خاص تعین بھی باعثِ برکت ہے اور خالی از حکمت نہیں کیونکہ:

بزرگوں نے چالیس کا عدد چلہ کے لئے، اعتکاف کے لئے، محنت اور مجاہدوں کے لئے وضع کیا ہے۔ ہم لوگ تبلیغ کے لئے بھی چلے لگاتے ہیں۔ چالیس چالیس دن وقف کرتے ہیں۔ جب رسول پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو تبلیغی مشن پر روانہ کیا تو کیا چالیس دن کا تعین کیا تھا؟ کبھی نہیں۔۔۔! لیکن ہم تین دن، سات دن، دس دن اور چلہ متعین کرتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ جائز ہے تو ایصالِ ثواب کے لئے چالیسواں دن متعین کرنا کیوں ناجائز ہو گیا؟ شریعت نے کسی شے کے اوپر ممانعت وارد نہیں کی اور چالیس کا عدد اس لئے بہتر ہے کہ

۱۔ از روئے قرآن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ

موسیٰ! تو چالیس دن کوہ طور پر رہ۔ پھر میں تجھ سے ہمکلام ہو جاؤں گا۔

۲- حضور نبی اکرم ﷺ نے چالیس دن غار حراء میں اعتکاف کیا۔

۳- محدثین نے بھی چالیس کا عدد حدیث متواتر کے لئے مختص کیا جبکہ اربعین لکھنا تو محدثین کرام کا معمول رہا ہے۔

لہذا یہ اعداد کا تعین بھی من جانب اللہ ہو گیا۔ ان تعینات میں کوئی شے از روئے شرع ناجائز نہیں۔ یہ تو اس کے مباح اور جائز ہونے کی صورت ہے۔

مذکورہ جائز طریقوں میں افراط کی صورت

اب تک یہ تفریط سے بچاؤ کا بیان تھا کہ جو جائز ہے خدا را اس کو ناجائز نہ کہو لیکن جائز سمجھنے والے اس جائز کام کو بلا وجہ کسی ناجائز رسوم کے ذریعے ناجائز بنا دیتے ہیں مثلاً جب ہم قل خوانی کرتے ہیں، چہلم کرتے ہیں اور جمعرات کے دن مرحومین کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں تو ان میں شریعت کی طرف سے اصلاً کوئی ممانعت نہیں۔ اگر جمعرات کو آپ نے ایصال ثواب کیا تو اس میں یہ حکمت ہے کہ

۱- اس دن رسول پاک ﷺ ہمیشہ مختلف مومنین کی قبروں پر فاتحہ خوانی کے لئے جاتے۔

۲- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بھی ذکر کی محفل ہر جمعرات کو کرتے۔

یعنی بزرگوں نے جو نظام ہمیں دیا ہے اس پر غور کریں تو کوئی نہ کوئی حکمت کار فرما ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور حضور نبی اکرم ﷺ کا کوئی نہ کوئی عمل ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم میں سے کسی کو کئی امور کا علم نہ ہو۔

پس اگر ایصال ثواب کے لئے دن کا تعین کیا تو اس میں اصلاً کوئی پابندی نہ تھی لیکن بعض حضرات نے اس جائز امر کو بڑھاتے بڑھاتے اضافہ کرتے کرتے اس کو وہ کچھ

بنادیا جو اصل روح کے بھی منافی ہے اور نوبت بایں جا رسید کہ ایصالِ ثواب کو دکھاوے
کی رسم بنا ڈالا مثلاً

۱- ایصالِ ثواب کے نام پر پر تکلف دعوتوں کا اہتمام شروع ہوا، قل خوانی پر بھی
دعوتیں ہونے لگیں اور چہلم پر بھی دعوتیں ہوتی ہیں جبکہ اصل میں تو میت کے ایصال
ثواب کے لئے جو کھانا پکایا جائے وہ فقراء اور مساکین کا حق ہے، اس کو پر تکلف دعوت
میں بدلنا از روئے شریعت حرام ہے۔

۲- پھر ستم بالائے ستم کہ ہم مدرسوں کے طالب علموں کو کرایہ پر پکڑ کر لے
آتے ہیں، پیسے دے کر قرآن پڑھاتے ہیں جبکہ پیسے کے عوض قرآن پڑھانا حرام ہے۔
اس سے ہم کس شے کا ثواب مرحوم کی روح کو پہنچا رہے ہیں؟

۳- پھر یہ بھی رواج چل پڑا کہ ہم مدرسوں اور مکتبوں میں جاتے ہیں اور قرآن
اکٹھے کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے مجھے چالیس قرآن مل گئے، کوئی کہتا ہے مجھے تین سو
قرآن مل گئے۔ ایصالِ ثواب کے ساتھ یہ کیا مذاق ہے۔ چاہے دو پارے پڑھیں، دس
پارے پڑھ لیں لیکن خود پڑھیں۔ دوست احباب، عزیز رشتہ دار پڑھیں، عقیدت مند
پڑھیں اور اگر طالب علم بھی آئیں تو وہ بھی ذوق و شوق سے پڑھیں، کرایہ پر نہ پڑھیں۔
اسی طرح پڑھے ہوئے دس پارے، دس ختم قرآن سے بھی بہتر ہیں۔

آپ نے مسجد کے مولوی کو کرایہ پر قرآن پڑھنے کو کیوں منتخب کر لیا؟
قرآن آپ کی بھی کتاب ہے۔ آپ کو بھی پڑھنا چاہئے، آپ خود کیوں نہیں پڑھتے۔

۴- پھر ہم دعوت نامے جاری کرتے ہیں، کئی مقامات پر بیٹیوں، بیٹوں کو سوٹ
تک دیئے جانے لگے؟ ظالمو! کچھ خدا کا خوف کیا کرو کہ تم نے مرگ کو بھی شادی
میں بدل ڈالا۔

۵- بعض علاقوں میں پیسے اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ یوں ایصالِ ثواب کے اصل تصور کو مسخ کر دیا گیا۔

جائز چیز اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس میں اضافہ کر کے اس کو ناپاک رسموں میں بدل دیا جائے۔ ایصالِ ثواب کے لئے جب بھی ماہانہ، ہفت روزہ، سہ روزہ، دس روزہ یا چالیس روزہ ختم ہو اور جس صورت میں بھی کریں شریعت اس کو منع نہیں کرتی لیکن سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن خوانی خود کریں، ذکر و فکر کریں، صدقہ و خیرات کریں، فقراء و مساکین کو کھلائیں، مستحقین کو کھلائیں۔ اس طرح یہ میت کی روح کیلئے باعثِ ثواب ہے اور اگر کچھ اور لوگوں نے بھی کھانا ہے تو جب اس پر قرآن پڑھ لیا جاتا ہے تو وہ کھانا اس تلاوت سے تبرکاً دوسروں پر بھی حلال ہو جاتا ہے۔

کھانے سامنے رکھ کر قرآن پڑھیں یا بغیر کھانے سامنے رکھے قرآن پڑھیں دونوں صورتوں میں جائز ہے کیونکہ خود قرآن کہتا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔
 سو تم اس سے کھایا کرو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اگر تم اسکی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو ۝ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس سے نہیں کھاتے جن پر اللہ کا

نام لیا گیا ہے ۝

لیکن اس کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ ایصالِ ثواب اور صدقہ و خیرات کے لئے کھانا پکایا اور اس پر قرآن پڑھا اور حلال کر کے سارے بیٹھ کر خود کھالیا۔

۶- اسی طرح ہم نے اپنے پیٹ کو پالنے کے لئے یہ بھی نظام وضع کر لیا کہ ایصالِ ثواب کے لئے جو کپڑے، پھل اور کھانا تیار کیا جاتا ہے سارا کچھ اٹھا کر مسجد کا امام لے

جاتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھانے اور قل خوانی کا بدلہ یہ ہے کہ سب کچھ امام صاحب کے پاس جائے حالانکہ امام مسجد ہونا اور خطیب ہونا ایصالِ ثواب اور صدقات کا حقدار ہونا نہیں ہے۔

حضرات ائمہ و خطباء مساجد کی توجہ کے لئے

وہ حضرات جو مساجد میں ائمہ و خطباء ہیں یہ بات بطور خاص ان کی توجہ کے لئے بیان کر رہا ہوں کہ اگر ہو سکے تو وہ صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب کا کھانا کھانے سے گریز کیا کریں ورنہ اس سے آپ کے ایمان کے نور کی شعاع مدہم ہوگی۔ من میں اور دل میں اندھیرا ہوگا اور زبان کی تاثیر ختم ہوگی اور معاشرے کے اندر بے عزتی اور بے حرمتی ہوگی۔

علماء کو اس چیز نے بے عزت بنایا کہ لوگ جمعرات کے کھانے پکا کر اپنے امام صاحب کو دیتے ہیں۔ جنازہ پڑھانے کا معاوضہ مولوی صاحب کو دیتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کے صدقات مولوی صاحب کو دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے صدقات سے پلتا ہے وہ کسی لحاظ سے عزت کا حقدار نہیں اس لئے ضروری ہے کہ جنازے پڑھانا اور قرآن پڑھنا امام مسجد کا پیشہ نہ ہو بلکہ وہ فی سبیل اللہ پڑھایا کریں۔ اگر وہ قل خوانی کریں تو وہ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ کا کلام قرآن مجید پڑھ رہے ہیں، کوئی کاروبار نہیں کر رہے۔ ان کا معاوضہ وصول نہ کیا کریں اور اگر عوام کوئی ایسی شے دیں تو یہ علماء کا فرض ہے کہ انکار کر دیں اور دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں اور مستحقین کو دیں۔ اگر مسجد کے امام صاحب غریب اور مستحق ہیں تو کسی بہتر صورت میں ان کی مدد کریں۔ ایسا نظام نہ بنائیں کہ وہ تمہارے معاشرے کا منگتا نظر آئے۔

۲۔ بزرگان دین کے ایصالِ ثواب کے لئے مروجہ طریقے

ایصالِ ثواب کی مروجہ طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ سالانہ ختم دلاتے ہیں۔ اپنے مشائخِ اولیاء بزرگوں اور والدین کا دن متعین کر کے مناتے ہیں۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور دعا فرماتے، یہی معمول آپ ﷺ کے جانشین تابعین صحابہؓ کا بھی تھا۔ مصنف عبدالرزاق میں اس حوالے سے ایک روایت درج ہے۔

حضرت محمد بن ابراہیم التیمی نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے پھر فرماتے تم پر سلامتی ہو اس چیز کے بدلے جس پر تم نے صبر کیا پس تمہارے لئے آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہے راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا

عن محمد بن ابراہیم التیمی قال: كان النبي ﷺ يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول: السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار قال: وكان ابوبكر و عمر و عثمان يفعلون ذلك.

(مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ح: ۶۷۱۶)

عرس کے موقع پر اجتماع کا منعقد کرنا، لوگوں کا ایسی تقریب سعید میں جانا، علماء و خطباء کی تقریریں یہ سب کچھ سنت رسول ﷺ و سنت صحابہؓ ہے احادیث مبارکہ

سے ہمیں یہی تعلیم ملتی ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا یہی معمول تھا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے:

عن عقبہ بن عامران
النبي ﷺ خرج يوماً فصلى
على احد صلاته على الميت
ثم انصرف الى المنبر فقال انى
فرط لكم و انا شهيد عليكم و
انى والله لانظر الى حوضى
الان و انى اعطيت مفاتيح
خزائن الارض او مفاتيح
الارض و انى والله ما اخاف
عليكم ان تشرکوا بعدى
ولكن اخاف عليكم ان
تنافسوا فيها
(صحیح البخاری، ۱: ۱۷۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
ایک دن باہر تشریف لے گئے تو احد
والوں کے لئے نماز پڑھی جس طرح
(عام) مردوں پر پڑھی جاتی ہے پھر
منبر کی طرف آئے اور خطبہ ارشاد
فرمایا کہ ”میں تمہارا پیش رو ہوں میں
تم پر گواہ ہوں خدا کی قسم میں اپنے
حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ مجھے
زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی
ہیں: بخدا مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ
تم شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے
تمہارے حصول دنیا میں ایک
دوسرے سے مقابلے کا اندیشہ ہے۔“

گزشتہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر سال کے
شروع کے دنوں میں آپ ﷺ شہداء کی قبروں پر دعا کے لئے تشریف لے جاتے تھے
جبکہ اس روایت سے مزید اس بات کا ثبوت بھی مل گیا کہ آپ ﷺ وہاں مجلس کا
اہتمام فرماتے اور صحابہ کرام کے اجتماع سے خطاب بھی فرماتے۔ کیونکہ حدیث پاک
کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ منبر کی طرف آئے اور خطبہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کے صحابہ کا اجتماع ہوتا جیسی تو منبر اور خطبے کا اہتمام ہوتا۔ ورنہ اگر 10,8 افراد ہوں تو ان سے بات چیت کیلئے عام طور پر منبر پر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان روایات کو لانے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کے اندر جو امور خیر ہیں ان کو جاری رہنے دیا جائے۔ راہ اعتدال کو اپنایا جائے۔ ایسے امور جن کا اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے کو شرک و بدعت کہہ کر امت مرحومہ کے اندر مزید افتراق و انتشار کی فضاء کو پیدا نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ تو فرما رہے ہیں کہ اب میری امت شرک کا ارتکاب نہیں کرے گی جبکہ اس کے برعکس بعض لوگ امت کی اکثریت بر شرک و بدعت کے فتوے لگائے تو اس سے بڑھ کر بد بختری کیا ہوگی۔ دین تو سراسر خیر کا نام ہے۔ دین کے نام لیواؤں کو ترش روی بے جا سختی اور تعصبانہ انداز ہرگز زیب نہیں دیتا۔ عرس کی موجودہ شکل بھی کچھ اس طرح ہے کہ لوگ اپنے مشائخ، اولیاء اللہ اور بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے سالانہ اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں جس میں قرآن خوانی، نعت خوانی اور علماء کی تقریریں ہوتی ہیں۔ اس اہتمام سے جہاں ان بزرگوں کے درجات میں بلندی کی امید ہوتی ہے وہاں حاضرین بھی انوار الہی کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں اللہ پاک اپنے نیک بندوں کے توسل سے ان کے متعلقین، مریدین کے گناہوں کو بھی معاف فرماتا ہے۔ یوں یہ اہتمام باعث خیر و برکت بن جاتا ہے۔

عرس کے دن کو اصطلاحاً ”عرس“ قرار دینے کی بنیاد جامع الترمذی کی روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے جس میں میت کے قبر میں داخلے کے بعد نکیرین کے سوال و جواب کا تفصیلی ذکر ہے۔ اگر وہ مومن متقی ہے اور جملہ جوابات

دے کر اپنے محبوب آقا ﷺ کو بھی پہچان لیتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے۔

نم كنومة العروس الذی لا دلہن کی طرح سو جا جس کو گھر والوں
یوقظہ الا احب اہلہ الیہ میں سے محبوب ترین شخص ہی اٹھاتا

(جامع الترمذی، ۱: ۱۲۷) ہے۔

علاوہ ازیں اس دن صدقہ و خیرات اور ختم قرآن کا اہتمام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جس دن اللہ کے ولی کا وصال ہوتا ہے وہ دن اس کی روحانی شادی کا دن ہوتا ہے۔ ہماری شادیاں دنیوی ہوتی ہیں، جسم کی شادیاں ہوتی ہیں اور اللہ کے ولی کی شادی اس کی روح کی شادی ہوتی ہے۔ جب ان کی روح ان کے قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے اور پردے اٹھائے جاتے ہیں اور وہ اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کرتے ہیں تو اس دن ان کی شادی ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ دن آتا ہے جس دن رب کی ملاقات نصیب ہوئی تھی اس دن ان کی روح پر خوشی کی ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ سال بھر میں جو کوئی ان کے لئے قرآن خوانی اور صدقہ و خیرات کا ثواب پہنچاتا رہے، حدیث پاک کی رو سے ان کی روحیں خوش ہوتی رہتی ہیں۔ وہ ثواب ان کو پہنچتا رہتا ہے، تحائف پہنچتے رہتے ہیں، ملائکہ پیش کرتے ہیں لیکن انہیں اس دن کتنی خوشی ہوتی ہے جب ان کی روحانی شادی کا دن پلٹ کر آتا ہے۔ جب اس دن تحائف آتے ہیں ان کی روح کی خوشی دو بالا ہو جاتی ہے۔ لہذا ان کی وفات کے دن اگر قرآن خوانی کریں، صدقہ و خیرات کریں، ایصالِ ثواب کریں تو ان کی روحیں خوش ہوتی ہیں کہ انہوں نے میری خوشی میں اپنے آپ کو شریک کیا۔ عام لوگوں کے لئے وصال موت ہے جبکہ اللہ کے ولی کے لئے وصال ابدی زندگی ہے۔

۔ کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے

قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

ان کا وصال ان کے وطن کو جانا ہوتا ہے، ان کا وصال ان کے محبوب سے ملاقات ہوتی ہے۔ وصال وصل سے ہے اور وصل ملاقات کو کہتے ہیں۔ ہماری نظر میں جو موت ہے، ان کی نظر میں وہ حقیقی زندگی ہے۔

عرس کے اہتمام میں افراط و تفریط

۱۔ تقریب سعید کو میلہ نہ بنائیں

عرس بھی چونکہ ایصالِ ثواب ہی کی ایک صورت ہے۔ اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں صدیوں سے حضور ﷺ کی امت کے اولیاء، صلحاء، بزرگانِ دین عرس مناتے چلے آئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کی وساطت سے دین ہم تک پہنچا وہ خود عرس کرتے تھے اور عرس مناتے تھے۔ یہ کتابوں میں موجود ہے۔ اگر یہ حرام ہوتا تو اسکے سب سے بڑے مرتکب وہ ولی ہوتے (معاذ اللہ) لہذا یہ امر مشروع ہے، جائز ہے لیکن ہم نے اس میں کیا کیا زیادتی کی؟ اس پر بھی غور کریں۔ عرس میں چاہئے تو یہ تھا کہ صرف قرآن خوانی ہوتی، ذکر و فکر ہوتا، صدقات و خیرات ہوتی، حاضرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا۔ برکت کے طور پر وعظ و نصیحت کی مجلسیں ہوتیں، نعت خوانی ہوتی اور خطاب ہوتے۔ عارفانہ کلام پڑھے جاتے۔ اس بزرگ کے فضائل بیان کئے جاتے، اس کا طریقہ تبلیغ اور طریقہ عبادت بیان کیا جاتا، لوگوں کے احوال کو بدلا جاتا۔ یہی اہتمام عرس کا مقصد ہے۔

لیکن ہمارے معاشرے میں آجکل عرس اس طریقے سے منایا جاتا ہے کہ میلوں سے بھنگڑوں کی صورت میں جلوس بنا کر آنا، بھنگڑوں کی صورت میں چادروں

کو اٹھا کر لانا، ناچ گانوں کے ساتھ آنا اور چادروں پر پیسوں کی بارش کرتے چلے آنا، ڈھول ڈھمکے کے ساتھ آنا اور گویوں کو بلا کر سماع کے نام کی محفلیں کرنا اور ان کو قوالی کا نام دینا جو کہ خود قوالی کی توہین ہے۔ وہ لوگ جو با وضو نہیں ہوتے، نابالغ ہیں، بھنگی ہیں، افسی ہیں، ننشٹی ہیں، عاقل اور بالغ نہیں ہوتے اور صاحب نسبت نہیں ہوتے ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں کہ ایسی مجلسوں کا منعقد کرنا حرام ہے اور ایسی مجلسوں میں شریک ہونا بھی حرام ہے۔ عرس کی محفلیں منعقد کریں تاکہ آپ کی روحانیت دو بالا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو مذاق بنا ڈالیں، اس کو میلہ بنا ڈالیں۔

۲۔ صرف اسی روز صدقہ و خیرات دینا فرض نہ سمجھیں

عرس کے دن صدقہ و خیرات اور تلاوت قرآن کے تحائف پیش کرنا برزگوں کی خوشی میں زیادتی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ عمل باعث برکت تو ہے لیکن اس میں زیادتی عقیدتا نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی ہم میں سے یہ سمجھ لے کہ ہم اس مقررہ دن کو ہی صدقہ و خیرات اور ختم قرآن کریں گے تو ثواب پہنچے گا۔ اگر اس سے ایک دن آگے پیچھے ہو گیا تو ثواب نہیں پہنچے گا۔ یہ اعتقاد گمراہی ہے۔ جس دن صدقہ و خیرات کا ثواب پہنچانا چاہیں پہنچ جاتا ہے لیکن اس دن کو مقرر کر کے ختم دینا یہ محض حکمت کے پیش نظر ہے اور خصوصی برکت کا باعث ہے۔ از روئے شرع فرض اور واجب نہیں۔ یہ کوئی نماز کی طرح تعین نہیں کہ ظہر کا وقت گزر گیا، عصر کا وقت آگیا تو قضا ہو گئی اور عصر کا وقت گزر گیا تو مغرب میں عصر قضا ہو گئی۔ یہ صرف فرض نمازوں کے بارے میں ہے کہ:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا

بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت
کے حساب سے فرض ہے۔

(النساء، ۴: ۱۰۳)

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ وقت مقررہ سے آگے پیچھے فرض نماز نہیں پڑھ سکتے، ایصالِ ثواب کے لئے وقت کا تعین اس طرح کا نہیں ہوتا کہ جو دن مقرر ہو اس سے آگے پیچھے ختم نہ دلا سکیں بلکہ وہ تعین محض حصولِ برکت اور معمول میں باقاعدگی کرنے کی حکمت کے پیش نظر ہوتا ہے ورنہ آگے پیچھے جب کبھی ختم دلانیں گے ثواب پہنچتا ہے۔

۳۔ حضورِ غوثِ پاکؒ کے ایصالِ ثواب کا جائز طریقہ

حضورِ غوثِ الاعظمؒ کو ایصالِ ثواب کے لئے اسلامی ممالک اور دنیا بھر میں چاند کی گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کے لئے ختم کا نظام مروج ہے جسے اصطلاح میں تاریخ کی نسبت سے گیارہویں شریف کہا جاتا ہے۔ اس کو ناجائز قرار دینے کا شریعت میں کوئی سبب نہیں بلکہ اسی اصول کے تحت یہ بھی جائز باعثِ برکت اور روحانی منفعتوں کا باعث ہے اور اس مردولی کی روحِ پاک کے ساتھ خصوصی نسبت کو مستحکم کرنے کا سبب ہے۔ جب کوئی صدقہ و خیرات کے تحائف بھیجتا ہے تو اس بزرگ کے ہاتھ عالم ارواح اور عالم برزخ میں اس کی بہتری کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ وہ اپنے لواحقین اور متعلقین کا تحفہ وصول کر کے دعا کا تحفہ واپس بھیجتے ہیں۔

اس جائز عمل میں افراط کی صورتیں

گیارہویں شریف میں افراط کی مروجہ صورتیں یہ ہو سکتی ہیں۔

۱- ایک صورت یہ ہے کہ جب کوئی گیارہویں شریف کا ختم نہیں دلواتا تو آپ اس کو گناہگار بے ایمان اور کافر قرار دینے لگتے ہیں کیونکہ ختم اور ایصال ثواب کرنا یہ مستحبات باعث برکات اور اچھائی کے کاموں میں سے ہیں لیکن فرض اور واجب نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح آپ اگر دو نفل پڑھنے کا معمول بنائیں، چاہیں تو عمر بھر پڑھتے رہیں، کبھی اس کا ناغہ نہ کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ عادت پسند ہے لیکن یہ پسند نہیں کہ عقیدتا اس پسند کو فرض اور واجب کے مقام پر رکھ دیں۔ عملاً ہمیشہ اس طریقے پر قائم رہنا یہ حضور ﷺ کو پسند ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جو عمل کرے اگر اس پر ہمیشگی کے ساتھ قائم رہے تو اللہ کو بہت محبوب ہو جاتا ہے لیکن اعتقاد اس کو فرض اور واجب کا ہم پلہ نہ کیا جائے۔

۲- جہالتوں کے سبب سے دوسری خرابی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ شاید اگر ہم نے گیارہویں شریف کا ختم نہ دلایا تو ہماری بھینس مر جائے گی یا گائے مر جائے گی، ہماری چوری ہو جائے گی، نقصان ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اسے منسوب کرتے ہیں کہ ختم رہ گیا ہے اس لئے نقصان ہو گیا۔ خدا کا خوف کرو۔ اللہ کے ولی تو پیکر رحمت ہوتے ہیں، کوئی ختم دلوائے تو بھی دعا کرتے ہیں، نہ دلائے تب بھی دعا کرتے ہیں۔ کوئی بھول جائے تو غیض و غضب سے بھڑک نہیں اٹھتے اور نفلی عبادتیں صدقات اور خیرات اگر کوئی کسی سبب سے نہ دلا سکے تو اللہ کی طرف سے اس کو نقصان نہیں ہوتا۔ یہ اعتقاد کہ نہ دلایا تو نقصان ہو گا یہ خلاف شریعت ہے۔

۳- پھر تیسری خرابی اس کے اندر ہم یہ پیدا کر رہے ہیں کہ نہ نماز کے قریب گئے نہ روزے کے۔ فرائض بھی نظر انداز کر دیئے، سنتیں بھی نظر انداز کر دیں۔ جی

بھر کر حرام کھایا، رشوتیں کھائیں، غبن کیا، غرضیکہ ہر برائی کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ مہینے کے بعد اگر گیارہویں شریف کا ختم دلوا دیا، اگر سال کے بعد میلاد پاک کی دیکھیں پکا دیں تو شاید سارا کیا دھرا معاف ہو جائے گا۔ یہ تصور دین کا چہرہ مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ فرائض کی ادائیگی اپنی جگہ فرض ہے اور نقلی عبادتوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن یہ فرض کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ جن کے ایصالِ ثواب کے لئے ہم ختم دلاتے ہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ بے نمازی شخص کے دفن ہونے والی جگہ اس سے چالیس سال پناہ مانگتی ہے۔ وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے کو مطلقاً فاسق و فاجر اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ مخالفین شریعت پر بزرگ لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان بزرگوں سے یہ ہماری کیسی نسبتیں ہیں کہ ان کے راستوں کو چھوڑ دیں اور کھوکھلی محبت کا دعویٰ کیا جائے۔

ختم دلوائیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روحانی نسبت اور روحانی برکت کا سبب ہوگا، ان کی روحانی خوشنودی کا سبب ہوگا، روحانی قرب کا سبب ہوگا لیکن اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جائے، ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں، ان کی زندگی اپنائیں۔ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عالم تو یہ ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر ادا کرتے رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ:

- ۱- نماز کے قریب نہیں جاتے
- ۲- روزے کے قریب نہیں جاتے
- ۳- حرام کرتے ہیں اور خود کو غوث پاک کا دیوانہ بھی قرار دیتے ہیں
- ۴- سبز سبز اور لمبی لمبی قمیصیں پہن کر خود کو ہر شرعی پابندی سے مستثنیٰ قرار

دے لیتے ہیں

- ۵- ہاتھوں میں لوہے کے کڑے پہن لیتے ہیں، جو شریعت میں حرام ہے
- ۶- دھالیں ڈالتے ہیں، ناچتے ہیں، بھنگڑا ڈالتے ہیں اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ غوث پاکؒ کا ملنگ ہے، حضور داتا صاحبؒ کا ملنگ ہے اور یہ فلاں بزرگ کا ملنگ ہے۔ ایسے ملنگوں پر جو شریعت کا مذاق اڑانے والے ہیں، حضرت داتا صاحبؒ اور حضور غوث پاکؒ اور جو بزرگ ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں۔

جو شخص شریعت مصطفیٰ ﷺ کا مخالف ہو وہ اگر ہواؤں میں اڑتا ہوا پانی پر چلتا ہوا اور آگ میں کودتا ہوا نظر آئے اور اسے آگ جلانہ سکے تو وہ لعنتی ہے، وہ حرام کار ہے، وہ جادو گر ہے۔ وہ نہ ولی ہو سکتا ہے نہ مرد برگزیدہ چہ جائیکہ وہ دعویٰ کرے کہ میں غوث پاکؒ سے نسبت رکھتا ہوں۔ اس کی نسبت شیطان سے تو ہو سکتی ہے لیکن اللہ والوں سے اسکی نسبت نہیں ہو سکتی۔

نیکی پھیلانے میں اعتدال کا راستہ

ہم ایصال ثواب اور ختم کی مجالس کے اہتمام میں دین کی حقیقی روح اور حکمت کو نظر انداز کرتے جا رہے ہیں۔ ہم صبح و شام مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر پر باواز بلند ختم پڑھنے کو رواج دے رہے ہیں۔ اگر پڑوس میں کوئی شخص اپنے آرام و معمولات اور، تعلیم میں خلل یا بیماری کی وجہ سے ایسا کرنے سے منع کرتا ہے کہ مہربانی کر کے ذرا آواز کم کر لیں تو اسی وقت دنگا فساد شروع ہو جاتا ہے۔ فتویٰ لگایا جاتا ہے کہ منع کرنے والا فلاں ہو گیا۔ یہ ہو گیا وہ گیا۔ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر اس لئے تو نہیں ہوتے کہ ارد گرد کے مسلمانوں کے آرام کو تباہ و برباد کیا جائے۔ ہمارے اس رویے سے اگر کوئی شخص ایصال ثواب کرنے کے خلاف ہو گا تو ہم نفرت پیدا کرنے کا سبب ہوں گے کیونکہ دین

اعتدال کا سبق دیتا ہے۔ نیک کام کریں لیکن اس ڈھب پر کریں کہ دوسروں کو بھی اس سے محبت ہو۔ اس طرح کثرت سے نہ کریں اور اتنا شور مچا کر نہ کریں کہ کوئی تم سے بھی اور تمہارے دین سے بھی متنفر ہو جائے۔ رسول پاک ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیسؓ کو جب یمن کی طرف تبلیغ کرنے کے لئے روانہ کیا تو فرمایا یسرا ولا تعسرا و بشرا و لا تنفرا (صحیح البخاری، ۲: ۹۰۴) میرے دونوں صحابو! میرے دین کو میری امت کے سامنے یوں پیش کرنا کہ انہیں آسان نظر آئے، انہیں مشکل کر کے میرا دین ان کے سامنے پیش نہ کرنا اور یوں پیش کرنا کہ وہ خوشخبری سمجھ کے کھچے کھچے چلے آئیں۔ ان کو میرے دین سے متنفر نہ کر دینا۔ ایک شخص نماز عشاء میں طویل قرأت کرتا تھا۔ بعض بوڑھے صحابہؓ نے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شکایت کی۔ حضور ﷺ نے اسے طویل قرأت سے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا۔

فمن ام منکم الناس فلیتجوز
فان خلفه الضعیف و الکبیر و
ذا الحاجة
تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت
کرے اسے چاہئے کہ تخفیف کرے
کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور
کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔
(صحیح البخاری، ۱: ۹۸)

ان کو نماز سے متنفر نہ کرو۔ اتنی قرأت کرو کہ ہر کوئی آسانی سے سن سکے۔ ہم لوگوں نے یہ طریقہ اپنا لیا ہے کہ کثرت سے روزانہ ختم پڑھنے کا عمل کرتے ہیں تاکہ لوگ سن سن کر تنگ آجائیں اور جب وہ تنگ آکر بات کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ختم کے خلاف بات کرتا ہے، یہ درود و سلام کے خلاف بات کرتا ہے، یہ شریعت کے خلاف بات کرتا ہے۔ کاش! کبھی ہم نے خود بھی سوچ لیا ہوتا کہ ہمیں نیکی کو کس

طرح پھیلانا چاہئے۔ درود و سلام کو اس طرح پیش کرو کہ تمام مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے درود و سلام سے محبت ہو، نفرت نہ ہو، آداب ملحوظ رکھنے چاہئے تاکہ لوگوں کو اکتاہٹ نہ ہو، ہر کام اپنے خاص ڈھنگ پر اور خاص وقت پر اچھا لگتا ہے۔ جس کام کو جتنا عام کرتے چلے جائیں گے، گلی کوچوں میں عام کریں گے، ہر کہیں عام کریں گے تو اس کا تقدس ختم ہوتا چلا جائے گا۔

یہ افراط اور تفریط کے مختلف پہلو تھے جو ہم نے مختصراً بیان کر دیئے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ہر عمل میں اپنا محاسبہ کریں۔ اپنے احوال کا جائزہ لیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جائز کے نام پر ناجائز کام کر رہے ہوں اور کہیں ایسا تو نہیں جسے اللہ کی شریعت نے جائز کہا ہو اس کو ناجائز اور حرام کہہ کر گنہگار ہو رہے ہوں۔ جس طرح جائز کو ناجائز کہنا منع ہے اسی طرح ناجائز کو جائز میں شامل کرنا بھی ناجائز ہے۔

باب پنجم

مسئلہ ایصالِ ثواب اور تصورِ بدعت

گزشتہ صفحات میں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ ایصالِ ثواب اور اس کی شرعی حیثیت پر تفصیلی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس ضمن میں ہم نے یہ بھی واضح کیا کہ نیکی کے پھیلانے میں کس طرح افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کا راستہ اپنایا جائے؟ مسئلہ ایصالِ ثواب آج تک جمہور مسلمانوں کے ہاں متفقہ مسئلہ رہا ہے اور جو لوگ اس کے انکاری ہیں وہ دین کی حقیقی روح سے نابلد ہیں۔

صحیح احادیث مبارکہ کی رو سے میت کو زندوں کے اعمال کا ثواب پہنچتا ہے۔ جمہور مسلمانوں کے ہاں یہی درست عقیدہ ہے اور جو انکاری ہیں دراصل وہ لوگ بدعتی ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزی لکھتے ہیں کہ جو لوگ ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں۔

بعض متکلم بدعتی کہتے ہیں کہ مردے کو نہ دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور نہ کسی اور عمل کا۔

و ذهب بعض اهل البدع من اهل الكلام انه لا يصل الى الميت شئى البتة لا دعا ولا غيره

(الروح: ۱۶۰)

عام طور پر اس مسئلے کے حوالے سے معترضین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قل، ساتواں، چالیسواں اور عرس وغیرہ کے لئے دن کا تعین کرنا اور اس عمل صالح کو کسی کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ عہد رسالت ﷺ میں اس طرح تعین نہیں ہوتا تھا اور ہر وہ کام جو عہد رسالت ﷺ میں نہ ہو اور نہ ہی عہد خلافت راشدہ و عہد صحابہ میں اس کا وجود ملتا ہو

وہ بدعت ہے۔ لہذا حرام اور ناجائز ہے۔ کیانی الواقع ایسا ہی ہے؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے یہاں اس مقام پر بدعت کے موضوع پر باقاعدہ علمی بحث کرنا مقصود نہیں اس کی تفصیل کے لئے ہمارا الگ کتابچہ ”تصور بدعت اور اس کی شرعی حیثیت“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ سر دست ہم بدعت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کے ذریعے یہ واضح کریں گے کہ بدعت کا مذکورہ تصور بالکل غلط ہے کیونکہ اس تصور کے تحت دین اسلام کے بے شمار حقائق اور اس کی متعدد تعلیمات بدعت کے زمرے میں آکر دین سے خارج قرار پاتی ہیں۔

بدعت کا لغوی مفہوم

”بدعت“ عربی زبان کا لفظ ہے جو ”بدع“ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے اختراع و صنعہ لا علی مثال (المعجم: ۲۹) یعنی ”نئی چیز ایجاد کرنا، نیا بنانا“ یا جس چیز کا پہلے وجود نہ ہو اسے عالم وجود میں لانا۔ جس طرح یہ کائنات نیست اور عدم تھی اور اس کو اللہ رب العزت نے مثال سابق کے بغیر خلعت وجود عطا کی تو لغوی اعتبار سے یہ بھی ”بدعت“ کہلائی اور اس بدعت کا خالق خود اللہ رب العزت ہے جو اپنی شان تخلیق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا
قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ
فَيَكُونُ ۝ (البقرہ ۳: ۱۱۷)

(وہ اللہ) آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا) اور جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتا ہے ۝

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(الانعام ۶: ۱۰۲)

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ وہ ہستی جو کسی ایسی چیز کو وجود عطا کرے جو پہلے موجود نہ ہو ”بدیع“ کہلاتی ہے۔ بدعت کے اس لغوی مفہوم کی وضاحت قرآن حکیم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ سے اعلان کرایا جا رہا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

آپ فرمادیجئے کہ میں کوئی نیا رسول

(الاحقاف ۴۶: ۹) (تو) نہیں آیا۔

مندرجہ بالا قرآنی شہادتوں کی بنا پر متحقق ہو گیا کہ کائنات ارضی و سماوی کی تخلیق کا ہر نیا مرحلہ اللہ رب العزت کی زبان مبارک سے بدعت کہلاتا ہے جیسا کہ ”فتح المبین شرح اربعین نووی“ میں علامہ ابن حجر مکیؒ بدعت کے لغوی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن میں شان خداوندی کے متعلق فرمایا گیا) ”آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا“ یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے (پہلی مرتبہ) پیدا فرمانے والا۔

البدعة لغة ما كان مخترعاً على غير مثال سابق و منه ”بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ ای موجدہما علی غیر مثال سابق۔

(بیان المولد والقیام: ۲۰)

بدعت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح شریعت میں بدعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فقہاء اور ائمہ حدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

”ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول ﷺ میں اور اس کو ضروریات دین میں شمار کرتے ہوئے شامل دین کر لیا جائے۔“

(ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔)

ایسی بدعت کو ”بدعت سیدہ“ اور ”بدعت ضلالہ“ کہتے ہیں اور حضور ﷺ کے ارشاد ”کل بدعة ضلالة“ سے بھی یہی بدعت مراد ہے نہ کہ ہر نئے کام کو ”ضلالة“ کہا جائے گا۔

کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟

ایسے نئے امور اپنی اصل کے لحاظ سے تو بدعت ہی شمار کئے جاتے ہیں جن کی اصل قرآن و سنت میں نہ ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر نیا کام از روئے شرع اس لئے ناجائز اور حرام ہو گا کہ وہ نیا ہے؟

اگر شرعی اصولوں کا معیار یہ قرار پا جائے تو دین اسلام اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات میں سے کم و بیش ستر سے اسی فیصد حصہ ناجائز ٹھہرتا ہے کیونکہ اجتہاد کی ساری صورتیں اور قیاس، استحسان، استنباط اور استدلال وغیرہ کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون مثلاً اصول تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ، ان کی تدوین و تدریس، ان کو سمجھنے کے لئے صرف و نحو، معانی، منطق و فلسفہ اور دیگر معاشرتی و معاشی علوم جو تفہیم دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق

لابدی حیثیت رکھتے ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا حرام قرار پائے گا کیونکہ ان کی اصل قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے عمل سے ان کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔ انہیں تو بعد میں ضروریات کے پیش نظر علماء و مجتہدین اسلام نے وضع فرمایا۔ یہ سارے کے سارے علوم و فنون اپنی ہیئت کے اعتبار سے نئے ہیں اور لغتاً یہ بھی بدعت کے زمرے میں آتے ہیں۔

قرون اولیٰ کے برعکس بعض مروجہ امور

ہزاروں اور لاکھوں مسائل اور اعمال دینی اور مذہبی زندگی کے اندر ہماری زندگی میں ایسے ہیں جن کو اس شکل میں نہ رسول پاک ﷺ نے کیا تھا نہ صحابہ کرامؓ نے کیا تھا لیکن ہم کرتے ہیں مثلاً

- ۱- مسجدوں کا پکا بنانا
- ۲- مسجدوں کو مزین کرنا
- ۳- آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا
- ۴- مخصوص نصابوں پر کتابوں کا مرتب کرنا اور پڑھنا
- ۵- مخصوص مقامات پر وعظ تبلیغ اور تربیت کے لئے اجتماعات کا انعقاد کرنا
- ۶- جلسوں میں نعرہ لگانا خواہ خالی نعرہ توحید ہی کیوں نہ ہو
- ۷- خاص طرز کا لباس پہننا
- ۸- قرآن مجید پر غلاف چڑھانا
- ۹- قرآن مجید پر زیروزبر لگانا
- ۱۰- مختلف نمازوں کے بعد باہم مصافحہ کرنا
- ۱۱- صرف، نحو، منطق اور فلسفہ پڑھنا اور پڑھانا

- ۱۲- درس نظامی قائم کرنا
- ۱۳- مدرسوں کا صد سالہ جشن منانا
- ۱۴- منبروں پر کفار و مشرکین کو بیٹھا کر غیرت دینی کی دھجیاں اڑانا
- ۱۵- سالانہ ختم بخاری کے نام پر اجتماعات کا انعقاد کرنا
- ۱۶- جماعتیں اور تنظیمیں بنانا
- ۱۷- میلاد النبی اور سیرت النبی ﷺ کے نام پر جلسے کرنا
- ۱۸- ایک مخصوص مقام پر مقررہ تواریخ پر سالانہ عالمی اجتماعات کرنا
- ۱۹- حسن قرأت اور حسن نعت کے مقابلے منعقد کرنا اور اول دوئم سوئم آنے والوں میں یادگاری شیلڈیں تقسیم کرنا
- ۲۰- یوم صدیق، یوم عمر، یوم عثمان اور یوم علی رضی اللہ عنہم منانا
- ۲۱- محافل میلاد کو شرک اور بدعت قرار دے کر خود مختلف عنوانات پر ولادت مصطفیٰ ﷺ کا نفر نسوں کا اہتمام کرنا
- ۲۲- رمضان المبارک میں محافل شبینہ منعقد کرنا
- ۲۳- اجتماعی افطار پارٹی کا اہتمام کرنا
- ۲۴- عید ملن پارٹی کا اہتمام کرنا
- ۲۵- اپنے دینی راہنماؤں کے لئے جلوس نکالنا
- ۲۶- اپنے ”شہید“ راہنماؤں کی تصویروں پر مبنی پلے کارڈ اٹھا کر اور بینرز لہرا کر احتجاجی مظاہرے کرنا
- ۲۷- جہاد کانفرنس اور جہادی مظاہروں کا اہتمام کرنا
- ۲۸- سیمینار اور مذاکرات کی آڑ میں اپنے اکابرین کے عرس اور انکی برسیاں منانا

۲۹۔ نماز غائبانہ کے لئے اشتہار بازی سے اپنے مسلک کی تشہیر کرنا

۳۰۔ اجتماعی نکاحوں کی تقاریب منعقد کرنا

۳۱۔ یحییٰ کے اظہار کے لئے زنجیر بنانا

یہ سب وہ اعمال ہیں جو رسول پاک ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے اور صحابہ کرام نے بھی ایسا نہیں کیا تھا جبکہ ہم کرتے ہیں۔

اگر یہ سب کچھ بدعت نہیں تو ایصال ثواب جو ثابت شدہ مسئلہ ہے کیلئے اپنی انتظامی سہولت کی خاطر وقت کا تعین اور اس نیک عمل کو کسی طرف منسوب کرنا کس طرح بدعت ٹھہرا؟ جبکہ سنت نبوی ﷺ میں ٹھوس دلائل کے ساتھ اس کا ثبوت موجود ہے۔

نیک عمل کے لئے وقت کا تعین

کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات کے لئے انتظاماً کوئی ایک تاریخ مقرر کر لینا یہ بھی حضور ﷺ کی سنت ہے۔

اب ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ و خیرات تو کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے تو اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ تعین دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ تعین شرعی ۲۔ تعین ذاتی اور انتظامی

نماز پنجگانہ حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ یہ شریعت کی طرف سے مقررہ ایام اور مقررہ اوقات میں ہیں۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کریں گے تو وہ قابل قبول نہ ہوگا لہذا یہ تعین شرعی ہوگا۔

دوسرا تعین ذاتی اور انتظامی ہے۔ یہ تعین ہم اپنی سہولت کے لئے عمل میں

مداومت، استقلال اور مستقل مزاجی پیدا کرنے کے لئے کر لیتے ہیں لیکن یہ حکم شرعاً نہیں ہوتا۔ تعین ذاتی عمل میں مداومت کی غرض سے کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔

حضور ﷺ ہر جمعرات کو قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ نے مختلف نوافل کے لئے مختلف شامیں اور دن مقرر فرمائے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

احب العمل الى الله ادمه وان
قل

اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب
عمل وہ ہے جو بلا ناغہ کیا جائے خواہ وہ

(مسند احمد بن حنبل ۲: ۱۲۵) تھوڑا ہی کیوں نہ ہو؟

حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت طیبہ میں نقلی عبادات کے لئے بھی وقت کے تقرر کا تصور موجود ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱- درود پاک کے لئے جمعة المبارک کی تخصیص

۱- حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة
فيه خلق آدم و فيه قبض و فيه
النفخة و فيه الصعقة فاكثروا
على من الصلوة فيه فان
صلوتكم معروضة على
(سنن ابی داؤد ۱: ۱۵۷)

تمہارے دنوں میں سب سے افضل
دن جمعہ ہے۔ اس دن حضرت آدم
علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اسی روز ان کی
روح قبض کی گئی، اسی روز صور پھونکا
جائے گا اور اسی روز بے ہوشی طاری ہو
گی۔ پس اسی روز کثرت سے مجھ پر

درود شریف بھیجا کرو۔ بے شک تمہارا
یہ عمل مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

۲۔ نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعین

۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ يتحري صوم الاثنين و الخميس
رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو
روزہ رکھتے تھے۔

(جامع الترمذی، ۱: ۹۳)

۳۔ سفر کے لئے دن کی تخصیص

۳۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

ان النبي ﷺ خرج يوم
الخميس في غزوة تبوك و كان
يحب ان يخرج يوم الخميس
حضور نبی اکرم ﷺ جمعرات کے دن
غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور
آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر پر نکلنا
پسند فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری، ۱: ۴۱۴)

۴۔ نفلی عبادت کے لئے دن کا تعین

۴۔ عن ابن عمرؓ قال كان النبي
ﷺ يأتي مسجد قباء كل
سبت ما شياً وراكباً فيصلی فيه
رکعتین

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے
کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر ہفتہ کے دن
مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔
کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس
میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری، ۱: ۱۵۹)

۵- ایک اور روایت میں آیا ہے کہ

و کان عبد اللہ بن عمر یفعلہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی ایسا
(ایضاً) کرتے تھے۔

اب نہ تو قرآن نے وہاں جا کر ہفتہ کے دن نفل پڑھنے کا حکم دیا تھا اور نہ حضور ﷺ کی طرف سے واضح طور پر اس کا حکم دیا گیا لیکن حضور ﷺ کی سنت مبارکہ سمجھ کر آپ نے اپنے اوپر اس نیک عمل کے لئے مسجد اور دن کی تخصیص کو برقرار رکھا۔

۶- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی وعظ و نصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کیا تھا جیسا کہ روایت ہے:

عن ابی وائل قال کان عبد اللہ حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ
یذکر الناس فی کل خمیس حضرت عبد اللہ (ابن مسعودؓ) ہر
(صحیح البخاری، ۱۶۱) جمعرات کو لوگوں میں وعظ کرتے۔

نیک عمل کو کسی کے نام منسوب کرنا

کوئی نیک عمل کر کے کسی کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا اور اس کے نام سے منسوب کرنا یہ از روئے شرع جائز، ثواب اور سنت ہے۔ نذر و نیاز، صدقہ و خیرات یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا نذر و نیاز کا کوئی تصور نہیں، کسی کے لئے قربانی نہیں ہے، کسی کے لئے صدقہ و خیرات نہیں ہے۔ ہر عمل خالصتاً اللہ کے لئے ہوتا ہے مگر جس بزرگ، شیخ، دوست یا عزیز کے لئے ایصالِ ثواب کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا از روئے شرع جائز اور درست ہے اور اس کو غیر اللہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کو اپنی ماں کی طرف سے کنواں کھدوانے کو کہا اور فرمایا۔

ہذہ لام سعد یہ (کنواں) سعد کی ماں کا ہے۔

(سنن ابی داؤد، ۱: ۳۴۳)

حالانکہ کنواں اللہ کے لئے صدقہ تھا مگر ثواب ان کی والدہ کو پہنچانا مقصود تھا۔ اسی طرح نماز عبادت تو اللہ کی ہے لیکن جو حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے نماز کا کہا تھا کہ کوئی نفل پڑھ کر کہے ہذہ لابی ہریرہ یہ نفل حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے ہیں (ایضاً: ۲۴۴) وہ ثواب کی نیت سے تھا۔

عبادت اللہ کے لئے ثواب بندے کے لئے

جب آپ کھانا پکا کر سیدنا غوث پاکؒ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں یا حضرت داتا گنج بخشؒ کی روح کو یا حضرت خواجہ اجمیرؒ کی روح کو یا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی روح کو یا زہد الانبیاء بابا فریدؒ کی روح کو یا حضرت علاؤ الدین صابرؒ کی روح کو یا پھر اپنے شیخ طریقت اور والدین کی روحوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں تو جس جس کی روح کو ایصال ثواب کر رہے ہیں یہ اس کا یہ حق ہے کہ آپ اس کا نام لیں کیونکہ صدقہ و خیرات عبادتاً تو اللہ کے لئے ہی ہو گا مگر ثواباً اللہ کے بندے کے لئے ہو گا۔ عبادت اللہ کی ہوتی ہے مگر ثواب اللہ کے لئے نہیں بلکہ بندے کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ کے بندے کا نام ثواب کی نیت سے لیا جاتا ہے اور اللہ کا نام عبادت کی نیت سے۔

ایک مغالطے کا ازالہ

ذہنوں میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ صدقہ و خیرات اور نیک عمل کر کے بزرگ کا نام لے لیا جاتا ہے لہذا یہاں تو غیر اللہ کا نام آگیا۔ یہ کیسے درست عمل ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ ولیمہ کرتے ہیں تو اپنی اولاد کا نام لیتے ہیں، شادی کے بکرے لاتے ہیں تو اپنے بیٹوں کا نام لیتے ہیں، دعوت دیتے ہیں تو دوستوں کا نام لیتے ہیں حالانکہ ہر شے اور جائیداد کا مالک تو اللہ ہے۔ جب آپ کو معلوم ہے کہ مالک اللہ ہے تو پھر جائیداد اپنے نام کیوں کرواتے ہو؟ دراصل بات یہ ہے کہ امانتاً ہر شے آپ کی ہے اور حقیقتاً اللہ کی ہے۔ اس طرح صدقہ و خیرات عبادتاً تو اللہ پاک کے لئے ہے مگر ثواباً اللہ کے بندے کے لئے ہے۔ یہ نسبت اس طریقے سے کرنا شرعاً جائز ہے اور حضور ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہے۔

اسی طرح بعض احباب نے محض تیسرے دن ایصالِ ثواب کے اہتمام کو یا چالیسویں دن ہونے والے ایصالِ ثواب کو مطلقاً ناجائز سمجھ لیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے یہ عمل نہیں کیا تھا جبکہ گذشتہ صفحات میں کتب احادیث میں سے متعدد روایات میں اس بات کا ثبوت ہم نے پیش کر دیا کہ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے خاص خاص اعمال کے لئے دن اور تاریخ کا تعین فرمایا۔ بعض دنوں اور مہینوں کی فضیلت بیان فرمائی۔ اگر مطلقاً تعین ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ کبھی ایسا نہ کرتے۔ نہ ہفتہ کے دن مسجد قبا جانے کا معمول اپناتے نہ پیر اور جمعرات کے روزے کی تلقین فرماتے نہ وعظ و نصیحت کے لئے وقت مقرر فرماتے جبکہ آپ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

اب اگر کوئی انتظامی سہولت کی خاطر دن اور تاریخ کا تعین کرے تو اس کی

بنیاد حضور ﷺ کے وہ ارشادات گرامی ہوں گے جن میں آپ ﷺ نے تعین شرعی کے علاوہ ذاتی سہولت کی خاطر وقت اور دن مقرر کیا۔ ویسے بھی ہمارے نزدیک فقط تیسرے دن قل اور پورے چالیسویں روز ختم کا معمول ضروری نہیں۔ آج کل لوگ اپنی اپنی سہولت کی خاطر ایصالِ ثواب کے لئے دوسرے دن ہی قل خوانی کر لیتے ہیں۔ اسی طرح چالیسویں کا ختم چند دنوں تک کسی بھی دن رکھ لیتے ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ اتنی بات کہہ دوں کہ یہ ناجائز کہنا بھی شریعت کی رو سے افراط ہے، زیادتی ہے۔ شریعت میں ایصالِ ثواب کی یہ ساری صورتیں بلاقید جائز اور باعث برکت اور باعث ثواب ہیں اور یہ تصور کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے تیسرے دن ایصالِ ثواب کے لئے ایسے اہتمام کب کئے تھے غلط ہے کیونکہ جو از روئے شرع مباح ہو، جس میں نہ قرآن کے اندر کوئی ممانعت ہو نہ حدیث کے اندر اور نہ کوئی پہلو خلاف شریعت ہو وہ اصلاً مباح قرار پاتا ہے اس کو اصلاً جائز کہتے ہیں۔ وہ پہلے زمانے میں کبھی ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، ہر صورت میں جائز ہے۔

اگر وہی کچھ کرنے کا نام دین ہے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے کیا ہو تو پھر قرآن اور حدیث کے سواء کسی اور شے کو بیان کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ جو ہم دو دو گھنٹے لچھے دار تقریریں کرتے ہیں اور جماعتیں بناتے ہیں اور تنظیمیں بناتے ہیں خواہ مذہبی ہوں، تبلیغی ہوں یا سیاسی ہوں ان میں سے رسول پاک ﷺ کے زمانے میں کچھ بھی نہ تھا لیکن یہ سب کچھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی ایک جائز اور بابرکت کام کے لئے ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ اصلاً ہر شے جائز اور مباح ہے۔ اسی زمرے میں ایصالِ ثواب، بیسیوں طریقے سے اس کا جائز ہونا، مستحسن ہونا، رسول پاک ﷺ کی سنت ہونا اور صحابہ کرام کی سنت ہونا ثابت ہے۔

جب یہ کام اصلاً رسول پاک ﷺ کی سنت ہے تو خواہ تیسرے دن کریں یا چالیسویں دن کریں اس پر شریعت نے کوئی روک اور ممانعت وارد نہیں کی۔ جو نیک کام ہے جس وقت چاہیں کریں، شرعاً کوئی پابندی نہیں۔ تیسرے دن سے پہلے کر لیں تب بھی آپ کی مرضی بعد میں کر لیں تب بھی درست لیکن تیسرے دن اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس دن چونکہ تعزیت کا اختتام ہو رہا ہے تو بزرگوں نے سمجھا کہ اس تعزیتی نشست کا اہتمام صدقہ و خیرات، ختم قرآن اور دعائے خیر پر ہو۔ اگر آپ چالیسویں دن کرنا چاہیں، اس سے پہلے کرنا چاہیں، بعد میں کرنا چاہیں، روزانہ کریں، ہر مہینہ کریں، ہر سال کریں کوئی پابندی نہیں۔ جب چاہیں صدقہ و خیرات کریں، ایصالِ ثواب کے لئے یہ جائز اور مشروع ہے۔

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / متوفی	مطبع / سن اشاعت
۱-	القرآن الکریم	منزل من اللہ	
۲-	صحیح البخاری	امام محمد بن اسمعیل بخاریؒ ۲۵۶ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ
۳-	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ ۲۶۱ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۷۵ھ
۴-	جامع الترمذی	امام محمد بن یحییٰ ترمذیؒ ۲۷۹ھ	فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۸۳ء
۵-	سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث البجستانیؒ ۲۷۵ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۶-	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ ۳۰۳ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۷-	سنن ابی ماجہ	محمد بن یزید القزوینیؒ ۲۷۳ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۸-	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۹-	مسند ابی یعلیٰ الموصلی	حافظ احمد بن علی بن الرشید التمیمیؒ ۳۰۷ھ	دار الماعون للتراث بیروت ۱۳۰۶ھ
۱۰-	سنن الدارمی	امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمیؒ ۲۵۵ھ	نشر السنہ ملتان ۱۳۸۶ھ
۱۱-	سنن الدار قطنی	امام علی بن عمر الدار قطنیؒ	دار المحاسن قاہرہ مصر ۱۳۸۶ھ
۱۲-	مصنف بن ابی شیبہ	امام عبد اللہ بن ابی شیبہ العبسیؒ ۲۳۵ھ	ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳۰۶ھ
۱۳-	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانیؒ ۳۶۰ھ	احیاء التراث الاسلامیہ عراق
۱۴-	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانیؒ ۳۶۰ھ	مکتبہ العارف ریاض ۱۳۰۷ھ
۱۵-	النسن الکبریٰ	امام ابو بکر بن حسین بن علی بیہقیؒ ۳۵۸ھ	نشر السنہ ملتان ۱۹۳۶ء
۱۶-	شعب الایمان	امام ابو بکر بن حسین بن علی بیہقیؒ ۳۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۰ھ
۱۷-	الادب المفرد	امام محمد بن اسمعیل بخاریؒ ۲۵۶ھ	دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۳۰۹ھ
۱۸-	الاذکار	محمد بن ابی ذکریا بن محمد شرف النوویؒ ۶۷۲ھ	مصطفیٰ البابلی حلبی مصر ۱۳۷۵ھ
۱۹-	فردوس الاخبار	حافظ شیرویه بن شہر دار بن شرویه الدیلیؒ	دار الکتب العربیہ بیروت ۱۳۰۷ھ
۲۰-	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ والی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب الترمیزیؒ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۹ھ
۲۱-	افہام للمعات	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ	خش نولکشور لکھنؤ انڈیا ۱۹۳۶ء
۲۲-	تفسیر روح المعانی	السید محمد لاٹوسیؒ ۲۵۶ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۳-	کنز الایمان	امام احمد رضا خان بریلویؒ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۲۴-	البیان	سید احمد سعید کاظمیؒ	کاظمی پبلی کیشنز کچھری روڈ ملتان ۱۹۸۷ء
۲۵-	فیوض القرآن	سید حامد حسن بلگرامیؒ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / متوفی	مطبع / سن اشاعت
۲۶-	عرفان القرآن	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
۲۷-	شرح الصدور	امام جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ	دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر
۲۸-	الروح	امام شمس الدین ابی عبد اللہ بن قیم الجوزیہؒ ۷۵۱ھ	دار الکتب بیروت ۱۳۰۲ھ
۲۹-	حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاویؒ ۱۲۳۱ھ	مصطفیٰ البابلی مصر ۱۳۶۵ھ
۳۰-	احیاء علوم الدین	محمد بن محمد غزالیؒ ۵۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت
۳۱-	بیان المولد والقیام	علامہ ابن حجر مکی	

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی معرکہ آراء تصانیف ﴿جون 2012ء تک﴾

A. القرآن وعلوم القرآن

20. معارف آية الكرسي
21. معارف الكوثر
22. كَشَفُ الْغِطَا عَنْ مَعْرِفَةِ الْأَقْسَامِ لِلْمُصْطَفَى ﷺ
23. الْعِرْفَانُ فِي فَضَائِلِ وَآدَابِ الْقُرْآنِ ﴿قرآن حکیم اور تلاوت قرآن کے فضائل﴾
24. التَّبَيَّنُ فِي فَضْلِ بَعْضِ سُورِ الْقُرْآنِ ﴿قرآن حکیم کی منتخب سورتوں کے فضائل﴾
25. زُبْدَةُ الْعِرْفَانِ فِي فَضَائِلِ الْقُرْآنِ ﴿فضائل قرآن پر چالیس احادیث مبارکہ﴾
26. كَنْزُ الْإِيمَانِ كِي فَنَى حِثِيَّتِ

01. عرفان القرآن (أردو ترجمہ قرآن حکیم)

02. تفسیر منہاج القرآن (سورۃ الفاتحہ، جزو

اول)

03. تفسیر منہاج القرآن (سورۃ البقرہ)

04. مَنَاهِجُ الْعِرْفَانِ فِي لَفْظِ الْقُرْآنِ (لفظ

قرآن کے معانی و معارف)

05. سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت

06. آسمانے سورۃ فاتحہ

07. سورۃ فاتحہ اور تصور ہدایت

08. أسلوب سورۃ فاتحہ اور نظام فکر و عمل

09. سورۃ فاتحہ اور تعلیمات طریقت

10. سورۃ فاتحہ اور انسانی زندگی کا اعتقادی پہلو

11. شان اولیت اور سورۃ فاتحہ

12. اولیت سورہ فاتحہ اور اولیت نور محمدی

13. سورۃ فاتحہ اور تصور عبادت

14. حکمت استعاذہ (تفسیر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ)

15. تَسْمِيَةُ الْقُرْآنِ (تفسیر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ)

16. فلسفہ تسمیہ

17. معارف اسم اللہ

18. لفظ رب العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق

19. صفت رحمت کی شان امتیاز

B. الحدیث

27. الْمِنْهَاجُ السُّوِّيُّ مِنَ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ ﴿فہم دین اور اصلاح احوال و عقائد پر مجموعہ احادیث مع اردو ترجمہ﴾
28. هِدَايَةُ الْأُمَّةِ عَلَى مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ (الجزء الأول): أمت محمدیہ کے لیے قرآن و حدیث سے ضابطہ رشد و ہدایت
29. جَامِعُ السُّنَّةِ فِيمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ آخِرُ الْأُمَّةِ ﴿كِتَابُ الْمَنَاقِبِ﴾ (انبیاء کرام، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور اولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب مع عربی متن، اردو ترجمہ و تحقیق و تخریج)
30. الْخُطْبَةُ السُّيْدِيَّةُ فِي أُصُولِ الْحَدِيثِ وَفُرُوعِ الْعَقِيدَةِ

الحديث: عرفان باري تعالى

بركات ﴿

42. كَشَفَ الْأَسْرَارَ فِي مَحَبَّةِ الْمُؤْجُودَاتِ

لِسَيِّدِ الْأَبْرَارِ ﴿حضور ﷺ﴾ ﴿حضور ﷺ﴾ سے حیوانات،

نباتات اور جمادات کی محبت ﴿

43. عُمْدَةُ الْبَيَانِ فِي عَظْمَةِ سَيِّدِ وَلَدِ عَدْنَانَ

﴿حضور ﷺ﴾ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ﴾ کی عظمت اور

اختیارات ﴿

44. النِّعْمَةُ الْعُلْيَا عَلَى أَوَّلِ الْخَلْقِ وَآخِرِ

الْأَنْبِيَاءِ ﴿حضور ﷺ﴾ ﴿حضور ﷺ﴾ کا شرف نبوت اور

اولیت خلقت ﴿

45. رَاحَةُ الْقُلُوبِ فِي مَدْحِ النَّبِيِّ الْمَحْبُوبِ

﴿مدحت و نعت مصطفیٰ ﷺ﴾ پر منتخب آیات و

احادیث ﴿

الحديث: فضائل و مناقب

46. أَحْسَنُ السُّبُلِ فِي مَنَاقِبِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ

﴿انبیاء و رسل ﷺ﴾ کے فضائل و مناقب ﴿

47. النَّجَابَةُ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ

﴿صحابہ کرام و اہل بیت اطہار ﷺ﴾ کے فضائل و

مناقب ﴿

48. الْإِجَابَةُ فِي مَنَاقِبِ الْقَرَابَةِ

﴿اہل بیت اطہار ﷺ﴾ کے فضائل و مناقب ﴿

49. الْإِنَابَةُ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ

﴿صحابہ کرام ﷺ﴾ کے فضائل و مناقب ﴿

50. الْقَوْلُ الْوَثِيقُ فِي مَنَاقِبِ الصِّدِّيقِ

﴿سیدنا صدیق اکبر ﷺ﴾ کے فضائل و مناقب ﴿

51. الْقَوْلُ الصَّوَابُ فِي مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ

31. الْعَبْدِيَّةُ فِي الْخَضْرَاءِ الصَّمْدِيَّةِ ﴿بارگاہِ

الہی سے تعلق بندگی ﴿

32. الْبَيَانُ فِي رَحْمَةِ الْمَنَّانِ ﴿رحمتِ الہی پر

ایمان آفریز احادیث مبارکہ کا مجموعہ ﴿

الحديث: فضائل و خصائل نبوی

33. الْمَكَانَةُ الْعُلْيَا فِي الْخَصَائِصِ النَّبَوِيَّةِ

﴿حضور ﷺ﴾ کے نبوی خصائص مبارکہ ﴿

34. الْمِمَزَاتُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْخَصَائِصِ الدُّنْيَوِيَّةِ

﴿حضور ﷺ﴾ کے دنیوی خصائص مبارکہ ﴿

35. الْعَظْمَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْخَصَائِصِ الْبُرْزَخِيَّةِ

﴿حضور ﷺ﴾ کے برزخی خصائص مبارکہ ﴿

36. الْفُتُوحَاتُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْخَصَائِصِ

الْأُخْرَوِيَّةِ ﴿حضور ﷺ﴾ کے اخروی خصائص

مبارکہ ﴿

37. الْجَوَاهِرُ النَّقِيَّةُ فِي الشَّمَائِلِ النَّبَوِيَّةِ

﴿حضور ﷺ﴾ کے شامل مبارکہ ﴿

38. الْمَطَالِبُ السَّنِيَّةُ فِي الْخَصَائِلِ النَّبَوِيَّةِ

﴿حضور ﷺ﴾ کے خصائل مبارکہ ﴿

39. الْوَفَا فِي رَحْمَةِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى ﴿جمع

خلق پر حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمت و شفقت ﴿

40. بُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ فِي شَفَاعَةِ سَيِّدِ

الْمُرْسَلِينَ ﴿شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ﴾ پر منتخب

احادیث مبارکہ ﴿

41. الْبَدْرُ التَّمَامُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صَاحِبِ

الدُّنُوِّ وَالْمَقَامِ ﴿درود شریف کے فضائل و

النَّخْبَاتِ ﴿سیدنا فاروق اعظم ؓ کے فضائل و مناقب﴾

52. رَوْضُ الْجَنَانِ فِي مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ ﴿سیدنا عثمان غنی ؓ کے فضائل و مناقب﴾

53. كَنْزُ الْمَطَالِبِ فِي مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ﴿سیدنا علی ؓ کے فضائل و مناقب﴾

54. الْعِقْدُ الثَّمِينُ فِي مَنَاقِبِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿أمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے فضائل و مناقب﴾

55. الدَّرَةُ الْبَيْضَاءُ فِي مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ ﴿سیدہ فاطمہ الزہراء ؓ کے فضائل و مناقب﴾

56. مَرْجُ البَحْرَيْنِ فِي مَنَاقِبِ الْحَسَنِينِ ﴿حسنین کریمین ؓ کے فضائل و مناقب﴾

57. السِّيفُ الْجَلِيُّ عَلَى مُنْكَرٍ وَوَلَايَةُ عَلِيٍّ ﴿اعلانِ غدیر﴾

58. الْقَوْلُ الْمُعْتَبَرُ فِي الْإِمَامِ الْمُتَنْظَرِ ﴿امام مہدی ؑ﴾

59. رَوْضَةُ السَّالِكِينَ فِي مَنَاقِبِ الْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ ﴿اولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب﴾

60. الْبَيِّنَاتُ فِي الْمَنَاقِبِ وَالْكَرَامَاتِ ﴿فضائل و کرامات احادیث نبوی کی روشنی میں﴾

61. الْمَنَاهِلُ الصَّافِيَةُ فِي شَرَفِ الْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ ﴿امت محمدیہ کا شرف اور فضیلت﴾

الحديث: عقائد و عبادات

62. أَحْسَنُ الصَّنَاعَةِ فِي إِبْتِاتِ الشَّفَاعَةِ ﴿عقیدہ شفاعت: احادیث مبارکہ کی روشنی میں﴾

63. الصَّفَا فِي التَّوَسُّلِ وَالتَّبَرُّكِ بِالمُصْطَفَى ﴿حضور نبی اکرم ؐ سے توسل اور تبرک﴾

64. الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فِي ضَوْءِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ ﴿حضور نبی اکرم ؐ کا طریقہ نماز﴾

65. التَّضَرُّيْحُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ ﴿تیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت﴾

66. النَّجَاةُ فِي إِقَامَةِ الصَّلَاةِ ﴿فضائل نماز پر منتخب آیات و احادیث اور آثار و اقوال﴾

67. الدُّعَاءُ وَالدُّكْرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ ﴿نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے اور ذکر بالجہر کرنے پر مجموعہ آیات و احادیث﴾

68. الْإِنْعَامُ فِي فَضْلِ الصِّيَامِ وَالْقِيَامِ ﴿روزہ اور قیام اللیل کی فضیلت پر منتخب آیات و احادیث﴾

69. الْإِنْتِبَاهُ لِلْخَوَارِجِ وَالْحُرُورَاءِ ﴿گستاخان رسول احادیث نبوی کی روشنی میں﴾

70. اللَّبَابُ فِي الْحُقُوقِ وَالْآدَابِ ﴿انسانی حقوق و آداب احادیث نبوی کی روشنی میں﴾

71. مِنْهَاجُ السَّلَامَةِ فِي الدُّعْوَةِ إِلَى الْإِقَامَةِ ﴿اقامتِ دین اور امن و سلامتی کی راہ﴾

72. نُحْفَةُ النُّبَاءِ فِي فَضِيلَةِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ ﴿فردغ علم و شعور کی اہمیت و فضیلت﴾

73 . الْكَنْزُ الثَّمِينُ فِي فَضِيلَةِ الذِّكْرِ

وَالذَّاكِرِينَ ﴿ذِكْرُ اللَّهِ أَوْ ذِكْرُ الْمَلِكِ﴾

التَّصَوُّفُ وَالْعِلْمُ الرَّبَّانِيُّ

82 . كِتَابُ حَدِيثٍ فِي مَرْوِيَّاتِ إِمَامِ الْعَظِيمِ

الحديث: شخصيات و مرويات

الحديث: أربعينات

صوفياء

74 . الْقَوْلُ الْقَوِيُّ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيٍّ

﴿عربي مع اردو ترجمہ﴾

83 . الْأَرْبَعِينَ فِي فَصَائِلِ النَّبِيِّ الْأَمِينِ

﴿حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب﴾

84 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: الْعَسَلُ النَّقِيُّ فِي أَسْمَاءِ

النَّبِيِّ ﴿أَسْمَاءُ مَصْطَفَى ﷺ﴾

75 . تَكْمِيلُ الصَّحِيفَةِ بِأَسَانِيدِ الْحَدِيثِ فِي

الإمام أبي حنيفة

85 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: أَطْيَبُ الطَّيِّبِ فِي حُبِّ

النَّبِيِّ الْحَبِيبِ ﷺ ﴿محبت رسول ﷺ میں صحابہ

کرام ﷺ کی وارثی﴾

76 . الْأَنْوَارُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْأَسَانِيدِ الْحَنَفِيَّةِ (مَعَ

أَحَادِيثِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ ﷺ)

86 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: نُورُ الْعَيْنَيْنِ فِي طَاعَةِ

سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ ﷺ ﴿اطاعتِ مَصْطَفَى ﷺ میں صحابہ

کرام ﷺ کے ایمان افروز واقعات﴾

77 . سِلْسَلَةُ مَرْوِيَّاتِ صُوفِيَاءَ (١): الْمَرْوِيَّاتُ

السُّلَمِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿امام ابو عبد

الرحمان محمد سلمیٰ کی مرفوع متصل روایات﴾

87 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: تُحْفَةُ الْأَنَامِ فِي فَضْلِ

الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ ﴿فضیلتِ درود و سلام﴾

78 . سِلْسَلَةُ مَرْوِيَّاتِ صُوفِيَاءَ (٢): الْمَرْوِيَّاتُ

الْقَشِيرِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿امام ابو

القاسم عبد الکریم القشیری کی مرفوع متصل

روایات﴾

88 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: الْعَطَاءُ الْعَمِيمُ فِي رَحْمَةِ

النَّبِيِّ الْعَظِيمِ ﷺ ﴿رحمتِ مَصْطَفَى ﷺ﴾

79 . سِلْسَلَةُ مَرْوِيَّاتِ صُوفِيَاءَ (٣): الْمَرْوِيَّاتُ

السُّهْرَوَزْدِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ ﴿شیخ

شہاب الدین السہروردی کی مرفوع متصل

روایات﴾

89 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: النُّورُ الْمُبِينُ فِي حَيَاةِ

النَّبِيِّ الْأَمِينِ ﷺ ﴿حیاتِ نبی ﷺ﴾

90 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: الْمَنْهَلُ الصَّفِيُّ فِي زِيَارَةِ

قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ﴿زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی

فضیلت﴾

80 . سِلْسَلَةُ مَرْوِيَّاتِ صُوفِيَاءَ (٤): مَرْوِيَّاتُ الشَّيْخِ

الْأَكْبَرِ مِنْ أَحَادِيثِ النَّبِيِّ الْأَطْهَرِ ﷺ ﴿شیخ

اکبر محی الدین ابن العربی کی مرفوع متصل

روایات﴾

91 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: الْقَوْزُ الْجَلِيُّ فِي التَّوَسُّلِ

بِالنَّبِيِّ ﷺ ﴿حضور ﷺ سے توسل﴾

92 . سِلْسَلَةُ أَرْبَعِينَ: الشَّرْفُ الْعَلِيِّ فِي

التَّبَرُّكِ بِالنَّبِيِّ ﷺ ﴿ذاتِ مَصْطَفَى ﷺ سے حصولِ

81 . الْمُنتَقَى لِأَسَانِيدِ الْعَسْقَلَانِيِّ إِلَى أَيْمَةِ

برکت ﴿

الصَّدَقَاتِ ﴿فَضَائِلُ صَدَقَاتِ﴾

93. سلسلہ أربعینات: التَّصَرُّفَاتُ النَّبَوِيَّةُ فِي

104. سلسلہ أربعینات: النَّصْرَةُ فِي فَضِيلَةِ

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ﴿فَضَائِلُ حَجِّ وَعَمْرِهِ﴾

الْأُمُورِ الشَّرِيعِيَّةِ ﴿تَشْرِيحُ أُمُورٍ فِي تَصَرُّفَاتِ

105. سلسلہ أربعینات: نُورُ الْقَمَرَيْنِ فِي فَضَائِلِ

مصطفى ﷺ﴾

الْحَرَمَيْنِ ﴿فَضَائِلُ حَرَمَيْنِ شَرِيفَيْنِ﴾

94. سلسلہ أربعینات: الْأَخْبَارُ الْغَيْبِيَّةُ فِي الْعُلُومِ

106. سلسلہ أربعینات: الرَّحْمَاتُ فِي إِصْالِ

النَّبَوِيَّةِ ﴿حُضُورٌ ﷺ كَأَعْلَمِ غَيْبٍ﴾

النُّوَابِ إِلَى الْأَمْوَاتِ ﴿إِصْالُ ثَوَابٍ﴾

95. سلسلہ أربعینات: هِدَايَةُ الطَّالِبِينَ فِي

107. سلسلہ أربعینات: جَلَاءُ الصُّدُورِ فِي

فَضَائِلِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ ﷺ ﴿خُلَفَاءُ

زِيَارَةِ الْقُبُورِ ﴿فَضِيلَةُ زِيَارَةِ قُبُورِ﴾

راشدین ﷺ کے فضائل و مناقب﴾

C. إِيْمَانِيَّاتُ وَعِبَادَاتُ

108. أَرْكَانُ إِيْمَانٍ

96. سلسلہ أربعینات: الْقَوْلُ الْمَقْبُولُ فِي ذِكْرِ

أَصْحَابِ الرَّسُولِ ﷺ ﴿صَحَابَةُ كَرَامٍ ﷺ كَأَذْكَرِ

جَمِيلٍ﴾

109. أَرْكَانُ إِسْلَامٍ

97. سلسلہ أربعینات: حُسْنُ الْمَأْتَابِ فِي ذِكْرِ أَبِي

قُرَابٍ ﷺ ﴿سَيِّدِنَا عَلِيِّ ﷺ كَأَذْكَرِ جَمِيلٍ﴾

110. شَهَادَةُ تَوْحِيدٍ

98. سلسلہ أربعینات: الْفَتْوحَاتُ فِي الْأَذْكَارِ

111. حَقِيقَةُ تَوْحِيدٍ وَرِسَالَتِ

بَعْدَ الصَّلَوَاتِ ﴿نَمَازِ بَيْتِ كَانَةَ كَعْبَدَةِ

112. إِيْمَانٌ بِالرِّسَالَةِ

أَذْكَارٍ﴾

113. إِيْمَانٌ بِالْكَتَبِ

99. سلسلہ أربعینات: الْإِكْرَامُ فِي فَضْلِ شَهْرِ

114. إِيْمَانٌ بِالْقَدْرِ

الصِّيَامِ ﴿مَاهُ رَمَضَانَ كَفَضَائِلٍ﴾

115. إِيْمَانٌ بِالْآخِرَةِ

100. سلسلہ أربعینات: التَّوَرُّعُ فِي فَضْلِ صِيَامِ

116. دِينِ إِسْلَامٍ كَتَمَنِ دَرَجَاتٍ ﴿إِسْلَامٍ،

التَّطَوُّعِ ﴿نَفْلِي رُوزَةٍ كَفَضَائِلٍ﴾

إِيْمَانٍ أَوْ إِحْسَانٍ﴾

117. إِيْمَانٌ أَوْ إِسْلَامٌ

101. سلسلہ أربعینات: الْكُشَافُ فِي فَضْلِ لَيْلَةِ

118. مَوْمِنٌ كَوْنٌ هُوَ؟

الْقَدْرِ وَالْبَاطِنِيَّاتِ ﴿شَبِّ قَدْرٍ أَوْ إِعْتِكَافِ كَفَضَائِلٍ﴾

119. مَنَاقِظُ أَوْ أَسْمَاءُ كَعَلَامَاتُ

102. سلسلہ أربعینات: نُورُ الْمَشْكَاتِ فِي فَضْلِ

120. فِلْسَفَةُ نَمَازٍ

الزَّكَاةِ ﴿فَضَائِلُ زَكَاةٍ﴾

121. آدَابُ نَمَازٍ

103. سلسلہ أربعینات: الثَّمَرَاتُ فِي فَضَائِلِ

122. نَمَازٍ أَوْ فِلْسَفَةُ إِجْتِمَاعِيَّةٍ

123. نماز کا فلسفہ معراج
124. فلسفہ صوم
125. حقیقتِ اعتکاف
126. فلسفہ حج
127. سفر عقیدت (عمرہ و حج کے فضائل و مسائل اور طریقہ)
128. دعا اور آدابِ دعا
129. مومن جی سنجائپ (سندھی ترجمہ)
- D. اِعتقادیات (أصول و فروع)**
130. کتاب التوحید (جلد اول)
131. کتاب التوحید (جلد دوم)
132. کتاب البدعة (بدعت کا صحیح تصور)
133. کتاب التوسل (وسیلہ کا صحیح تصور)
134. التوسل عند الأئمة والمحدثین (توسل: ائمہ و محدثین کی نظر میں)
135. مسئلہ استغاثہ اور اُس کی شرعی حیثیت
136. کتاب الشفاعة
137. عقیدہ علم غیب
138. حیاۃ النبی ﷺ
139. شہر مدینہ اور زیارتِ رسول ﷺ
140. تصور بدعت اور اُس کی شرعی حیثیت
141. لفظ بدعت کا اطلاق (احادیث و آثار کی روشنی میں)
142. اقسامِ بدعت (احادیث و اقوالِ ائمہ کی روشنی میں)
143. البدعة عند الأئمة و المحدثین (بدعت
- ائمہ و محدثین کی نظر میں)
144. میلاد النبی ﷺ
145. مولد النبی ﷺ عند الأئمة و المحدثین (میلاد النبی ﷺ: ائمہ و محدثین کی نظر میں)
146. کیا میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے؟
147. معمولاتِ میلاد
148. تحفظ ناموسِ رسالت
149. ایصالِ ثواب اور اُس کی شرعی حیثیت
150. زیارتِ قبور
151. تبرک کی شرعی حیثیت
152. وسائلِ شرعیہ
153. تصورِ استغاثت
154. خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ
155. سُنیت کیا ہے؟
156. منہاج العقائد
157. عقیدہ توحید کے سات ارکان (سورہ اخلاص کی روشنی میں)
158. مبادیاتِ عقیدہ توحید
159. عقیدہ توحید اور غیر اللہ کا تصور
160. عقیدہ توحید اور اشتراکِ صفات
161. عقائد میں احتیاط کے تقاضے
162. تعظیم اور عبادت
163. توحید جی عقیدی جا ست رکن (سورت اخلاص جی روشنی ہے) - (سندھی ترجمہ)

E. سیرت و فضائلِ نبوی

183. معارفِ اسمِ محمد ﷺ
184. قرآن اور شمائلِ نبوی
185. نُورُ الْأَبْصَارِ بِذِكْرِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ ﷺ
(سیرت و فضائلِ نبوی کا مختصر تذکرہ)
186. مَعَارِفُ الشِّقَاءِ بِتَعْرِيفِ حُقُوقِ الْمُصْطَفَى ﷺ
187. تَحْفَةُ السُّرُورِ فِي تَفْسِيرِ آيَةِ النُّورِ
188. مقامِ محمود
189. عالمِ ارواح کا عیشاق اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ
190. روزِ محشر اور شانِ مصطفیٰ ﷺ
191. تذکارِ رسالت
192. ذکرِ مصطفیٰ ﷺ (کائنات کی بلند ترین حقیقت)
193. صلوة و سلام سنتِ الہیہ ہے
194. فضیلتِ درود و سلام
195. فضیلتِ درود و سلام اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ
196. ایمان کا مرکز و محور (ذاتِ مصطفیٰ ﷺ)
197. عشقِ رسول ﷺ: وقت کی اہم ضرورت
198. عشقِ رسول ﷺ: استحکامِ ایمان کا واحد ذریعہ
199. غلامیِ رسول: حقیقی تقویٰ کی اساس
200. اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ
201. تعلق بالرسالت: آشنائی سے وفا تک
202. مطالعہ سیرت کے بنیادی اصول
203. سیرت کا جمالیاتی بیان (قرآن حکیم کی روشنی میں)
204. سیرۃ الرسول ﷺ کی دینی اہمیت
205. سیرۃ الرسول ﷺ کی آئینی و دستوری اہمیت
164. مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ (حصہ اول)
165. مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ (حصہ دوم)
166. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دوم: قبل از بعثت حالتِ عرب اور نسبِ نبوی)
167. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد سوم: معصوم لڑکپن سے نزولِ وحی تک)
168. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد چہارم: فلسفہ ہجرت)
169. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد پنجم: سفر ہجرت)
170. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ششم: دس سالہ مدنی دور)
171. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہفتم: فلسفہ جنگ و امن)
172. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہشتم: غزوات و سرایا)
173. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد نہم: معجزات)
174. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دہم: شمائل و خصائص)
175. خصائصِ مصطفیٰ ﷺ
176. شمائلِ مصطفیٰ ﷺ
177. آسمائے مصطفیٰ ﷺ
178. برکاتِ مصطفیٰ ﷺ
179. نورِ محمدی: خلقت سے ولادت تک (میلاد نامہ)
180. تاریخِ مولدِ انبی ﷺ
181. فلسفہ معراجِ انبی ﷺ
182. حسنِ سراپائے رسول ﷺ

206. سیرۃ الرسول ﷺ کی ریاستی اہمیت
207. سیرۃ الرسول ﷺ کی انتظامی اہمیت
208. سیرۃ الرسول ﷺ کی علمی و سائنسی اہمیت
209. سیرۃ الرسول ﷺ کی شخصی و رسالتی اہمیت
210. سیرۃ الرسول ﷺ کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت
211. سیرۃ الرسول ﷺ کی اقتصادی اہمیت
212. سیرت نبوی کی تاریخی اہمیت
213. سیرۃ الرسول ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اہمیت
214. قرآن اور سیرت نبوی کا نظریاتی و انقلابی فلسفہ
- F. ختم نبوت و تقابل ادیان**
215. عقیدہ ختم نبوت
216. حیات و نزول مسیح ﷺ اور ولادت امام مہدی ﷺ (عقیدہ ختم نبوت کے تناظر میں)
217. عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی
218. مرزائے قادیان اور تشریحی نبوت کا دعویٰ
219. مرزائے قادیان کی دماغی کیفیت
220. عقیدہ ختم نبوت اور مرزائے قادیان کا متضاد موقف
221. مناظرہ ڈنمارک
- G. فقہیات**
222. دہشت گردی اور فتنہ خوارج (مبسوط تاریخی فتویٰ)
223. احکم الشری
224. خونِ مسلم کی حرمت
225. عصر حاضر اور فلسفہ اجتہاد
226. اجتہاد اور اُس کا دائرہ کار
227. نص اور تعبیر نص
228. تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب
229. تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا مقام
230. منہاج المسائل
231. لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ كَمَا قَرَأْتَنِي فَلَسَفَہ
232. عصر حاضر کے جدید مسائل اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
233. نصاب تربیت (حصہ اول)
234. مِنْهَاجُ الْخُطَبَاتِ لِلْعَبِيدِينَ وَالْجُمُعَاتِ
235. التَّصَوُّرُ التَّشْرِيعِيُّ لِلْحُكْمِ الْإِسْلَامِيِّ
236. فِلْسَفَةُ الْإِجْتِهَادِ وَالْعَالَمُ الْمُعَاصِر
237. الْجَرِيمَةُ فِي الْفِقْهِ الْإِسْلَامِيِّ
- H. اخلاق و تصوف**
238. حسن اعمال
239. حسن احوال
240. حسن اخلاق
241. حقیقت تصوف
242. سلوک و تصوف کا عملی دستور
243. اسلامی تربیتی نصاب (جلد اول)
244. اسلامی تربیتی نصاب (جلد دوم)
245. إطاعت الہی
246. ذکر الہی
247. محبت الہی

248. خشیتِ الہی اور اُس کے تقاضے
249. تذکرے اور صحبتیں
250. اخلاقِ الانبیاء
251. صفائے قلب و باطن
252. فسادِ قلب اور اُس کا علاج
253. زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے
254. ہر شخص اپنے نشہ عمل میں گرفتار ہے
255. ہمارا اصلی وطن
256. جرم، توبہ اور اصلاحِ احوال
257. طبقاتِ العباد (اللہ تعالیٰ کے محبوب و مغضوب بندوں کا بیان)
- عَدْنَانَ ۞
268. اَسْمَاءُ حَامِلِ اللِّوَاءِ مُرْتَبَةً عَلٰی حُرُوفِ
الْهَجَاءِ
269. صَلَاةُ الْاَشْكَوَانِ (درودِ کائنات)
270. صَلَاةُ الْمِيْلَادِ (درودِ میلاد)
271. صَلَاةُ الشَّمَائِلِ (درودِ شمائل)
272. صَلَاةُ الْفَضَائِلِ (درودِ فضائل)
273. صَلَاةُ الْمِعْرَاجِ (درودِ معراج)
274. صَلَاةُ السِّيَادَةِ (درودِ سیادت)
275. مَنَاجَاتِ اِمَامِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ ۞

J. اِقتِصَادِيَّات

276. اِقتِصَادِيَّاتِ اِسْلَامِ ۞ (تشکیلِ جدیدہ)
277. اِسْلَامِ كَا تَصَوُّرِ مَلَكِيَّة
278. اِسْلَامِ اور كِفَالَتِ عَامِه
279. بِلَاسُودِ بِنَكَارِي كَا عِبُورِي خَاكِه

280. بِلَاسُودِ بِنَكَارِي اور اِسْلَامِي مَعِيْشَت
281. مَعَاشِي مَسْئَلِه اور اُس كَا اِسْلَامِي حَل
282. اِسْلَامِي نِظَامِ مَعِيْشَت كِه بِنِيَادِي اُصُول
283. بَنِي مِهَنَتِي كِيُون؟ IPPs كَا مَعَامَلِه كِيَا هِي؟

284. قَوَاعِدُ الْاِقتِصَادِ فِي الْاِسْلَامِ
285. الْاِقتِصَادُ الْاَلَارَبِيُّ وَالنِّظَامُ الْمَضْرَفِيُّ
اِلِسْلَامِي

K. فِكْرِيَّات

286. قُرْآنِي فِلْسَفَةُ اِنْقِلَابِ (جلد اول)
287. قُرْآنِي فِلْسَفَةُ اِنْقِلَابِ (جلد دوم)

258. فطرت کا قرآنی تصور
259. تربیت کا قرآنی منہاج
260. دل جی صفائی (سندھی ترجمہ)

I. اُوراد و وِطَائِف

261. الْفِيُوضَاتُ الْمُحَمَّدِيَّةُ
262. دَلَائِلُ الْبَرَكَاتِ فِي التَّحِيَّاتِ وَالصَّلَوَاتِ
(بارگاہِ رسالت مآب ۞ میں اُڑھائی ہزار درود و
سلام کا ہدیہ عقیدت و محبت: عربی مع اُردو ترجمہ)

263. اَلدَّعَوَاتُ وَالْاَذْكَارُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ
اَلْمُخْتَارِ ۞ (مسنون دعاؤں اور اذکار پر مشتمل
مجموعہ آیات و احادیث ۞)

264. اَلْاَذْكَارُ الْاِلَهِيَّةُ
265. اَلدَّعَوَاتُ الْقُدْسِيَّةُ
266. اَحْسَنُ الْمَوْرِدِ فِي صَلَوةِ الْمَوْلِدِ
267. صَلَوَاتُ سُورِ الْقُرْآنِ عَلٰى سَيِّدِ وَّلَدِ

288. اسلامی فلسفہ زندگی
289. منہاج الافکار (جلد اول)
290. منہاج الافکار (جلد دوم)
291. منہاج الافکار (جلد سوم)
292. تحریک منہاج القرآن: "افکار و ہدایات"
293. تحریک منہاج القرآن: انٹرویوز کی روشنی میں
294. تحریک منہاج القرآن کا تصور دین
295. خدمت دین کی توفیق
296. قرآنی فلسفہ تبلیغ
297. مقصد بعثت انبیاء ﷺ
298. ہمارا دینی زوال اور اس کے تدارک کا سہ جہتی منہاج
299. ایمان پر باطل کا سہ جہتی حملہ اور اس کا تدارک
300. دور حاضر میں طاغوتی یلغار کے چار محاذ
301. اسلام کا تصور اعتدال و توازن
302. نوجوان نسل دین سے دور کیوں؟
303. تحریک منہاج القرآن کی انقلابی فکر
304. روایتی سیاست یا مصطفوی انقلاب.....!
305. اجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر
306. اہم انٹرویو
307. اسلام کا تصور علم
308. علم..... تو جیہی یا تخلیقی
309. مذہبی اور غیر مذہبی علوم کے اصلاح طلب پہلو
310. تعلیمی مسائل پر انٹرویو
311. حقیقت جہاد
312. جہاد بالسال
313. فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟
314. نظام مصطفیٰ (ایک انقلاب آفریں پیغام)
315. حصول مقصد کی جد و جہد اور نتیجہ خیزی
316. پیغمبرانہ جد و جہد اور اس کے نتائج
317. پیغمبر انقلاب اور صحیفہ انقلاب
318. قرآنی فلسفہ عروج و زوال
319. باطل قوتوں کو کھلا چیلنج
320. سفر انقلاب
321. مصطفوی انقلاب میں طلبہ کا کردار
322. سیرت النبی ﷺ اور انقلابی جد و جہد
323. التَّصَوُّرُ الْإِسْلَامِيُّ لِطَبِيعَةِ الْبَشَرِيَّةِ
324. نَهْجُ التَّرْبِيَّةِ الْإِجْتِمَاعِيَّةِ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ
325. مَعْهَدُ مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ
- L. دستوریات و قانونیات**
326. میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ
327. اسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات
328. اسلامی اور مغربی تصور قانون کا تقابلی جائزہ
329. اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور
330. سیاسی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل
331. تصور دین اور حیات نبوی کا سیاسی پہلو
332. حضور ﷺ بحیثیت مصلح سیاست
333. فتنہ خوارج (تاریخی، نفسیاتی، علمی اور شرعی جائزہ)
334. اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ
335. نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام

اگر کوئی انتظامی سہولت کی خاطر ایصالِ ثواب کیلئے دن اور تاریخ کا تعین کرے تو اس کی بنیاد حضور ﷺ کے وہ ارشادات گرامی ہوں گے جن میں آپ ﷺ نے تعین شرعی کے علاوہ ذاتی سہولت کی خاطر وقت اور دن مقرر کیا۔ ویسے بھی ہمارے نزدیک فقط تیسرے دن قتل اور پورے چالیسویں روز ختم کا معمول ضروری نہیں۔ آج کل لوگ اپنی اپنی سہولت کی خاطر ایصالِ ثواب کیلئے دوسرے دن ہی قتل خوانی کر لیتے ہیں۔ اسی طرح چالیسویں کا ختم چند دنوں تک کسی بھی دن رکھ لیتے ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ اتنی بات کہہ دوں کہ یہ ناجائز کہنا بھی شریعت کی رو سے افراط ہے، زیادتی ہے۔

شریعت میں ایصالِ ثواب کی یہ ساری صورتیں بلا قید جائز اور باعث برکت اور باعثِ ثواب ہیں اور یہ تصور کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ اکرم نے تیسرے دن ایصالِ ثواب کیلئے ایسے اہتمام کب کئے تھے غلط ہے کیونکہ جوازِ روئے شرع مباح ہو، جس میں نہ قرآن کے اندر کوئی ممانعت ہو نہ حدیث کے اندر اور نہ کوئی پہلو خلاف شریعت ہو وہ اصلاً مباح قرار پاتا ہے اس کو اصلاً جائز کہتے ہیں۔ وہ پہلے زمانے میں کبھی ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، ہر صورت میں جائز ہے۔